اندلس کا رازی خانوادۂ مؤرخین

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

اسلامی اندلس کی سیاسی اور ادبی تاریخ بڑی دلچسپ اور عبرت آموز ہے۔ یہ جتنی دلچسپ اور عبرت آموز ہمارے لئے ہے اتنی ھی غیروں کے لئے بھی ۔ سب حیران ھیں کہ ایک ایسی عظیم قوم جس نے اپنے اصلی وطن سے ہزاروں میل دور سمندر پار ایک ایسی عظیم الشان سلطنت قائم کی جس کی سیاسی ، ثقافتی اور علمی روایات انسانی تاریخ کا ایک قابل فخر کارنامہ ھیں ، ایک ایسی سلطنت جس کی سیاسی ہیبت اور فوجی قوت و برتری سے ایک عالم لرزہ براندام تھا اور جس کی اندرونی خوشحالی کا یہ عالم تھا کہ بقول ڈوزی اسلامی اندلس کی خوشحال قوم کا ہر ہر فرد لکھنا پڑھنا جانتا تھا ، (قرون وسطی کی کسی قوم کے بارے میں کسی جانبدار مؤرخ کی یہ رائے بڑا وزن رکھتی ہے ، اسی ایک بات سے اسلامی اندلس کی عظمت کا اندازہ ہو سکتا ہے) تعجب ہے کہ اتنی عظیم قوم اس خطۂ ارضی سے یوں محو ہو گئی جیسے کبھی تھی ھی نہیں اور آج اگر اس خطے میں اس کی عظمت رفتہ کے شواھد و آثار موجود نہ ھوتے تو دنیا اسے من گھڑت افسانہ سمجھتی ۔ اسلام کی تاریخ میں اور کوئی ایسا خطہ نظر نہیں آتا جہاں مسلمانوں کا نام و نشان تک باقی نہ ھو ۔ یہ تو ھوا کہ مسلمانوں کی سلطنت اور اقتدار ختم ھو گیا مگر جہاں جہاں مسلمان گئے اور سلطنتیں قائم کیں ،

وھاں آج تک مسلمان موجود ھیں ۔ اسلامی اندلس ایک منفرد مثال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی اندلس کی تاریخ دلچسپ ھونے کے ساتھ ساتھ بڑی عبرت آموز بھی ہے۔

باوجود اس کے کہ اندلس کے مسلمانوں نے آٹھ صدیوں کے دوران علوم و معارف کے جو ذخائر جمع کئے تھے ھسپانیہ کے متعصب عیسائیوں نے انھیں جلا کر خاکستر کر دیا ، لیکن ان کی دست برد سے جو کچھ بچ گیا وہ بھی ایک قابل فخر سرمایہ سے کسی طرح کم نہیں ۔ خصوصیت کے ساتھ اندلس کی سیاسی اور ادبی تاریخ کے بارے میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مواد کافی موجود ہے۔ اندلس کی سیاسی اور ادبی تاریخ کو محفوظ کرنے کی شاندار روایت قائم کرنے کا سہرا اسلامی اندلس کے سب سے پہلے مؤرخ محمد بن موسیٰ الکنانی الرازی اور اس کی اولاد کے سر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس خانوادہ مؤرخین کا ھم پر اتنا بڑا احسان ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا ۔ بعد میں آنے والے تمام اندلسی مؤرخ جغرافیہ دان اسی خاندان کے خوشہ چیں ھیں اور ان کو سب نے اپنا مرجع و رھنما تسلیم کیا ہے۔ ھم اس خانوادۂ مؤرخین کی علمی خدمات پر ایک نظر ڈالتے ھیں :

محمد الرازی

اندلسی مؤرخین کے اس خاندان میں مسلسل تین پشتوں تک یکے بعد دیگرے ایسے صاحب علم و فضل تاریخ نگار پیدا ھوتے رھے جن کی تصانیف اور جمع کردہ معلومات بعد کے مؤرخین کے لئے بنیادی مواد کا کام دیتی رھیں ۔ باپ بیٹے اور پوتے نے فتح اسلامی سے لے کر چوتھی صدی ھجری کے آخر تک کی ابتدائی تاریخ کو بڑی تفصیل اور جامعیت کے ساتھ محفوظ کر دیا ہے۔

مؤرخـــین کے اس خـــاندان کا جـــد امجد اور اسلامی اندلس کا سب سے پہلا مؤرخ محمد بن موسیٰ بن بشیر بن جناد بن لقیط الکنانی الرازی خالص عرب خاندان سے تعلق رکھتا تھا جـــو عہد اسلام میں ایران کے مشہور شہر ,,ری،، میں آ کر آباد ہو گیا تھا ۔ فتح کے موقع پر اسلامی لشکر کے جو دستے مختلف جھنڈے اٹھائے اندلس میں داخل ہوئے تھے ان میں بنو کنانہ کے لوگ بھی بڑی تعداد میں شامل تھے اور انہوں نے انـدلـــس مـــیں اپنی مستقل بســـتیاں آبـــاد کر لی تھیں ۔ انھی بستیوں میں سے ایک بستی,,وقش،، تھی (۱) جس نے کنانی خاندان کے بڑے بڑے فضلاء اور اعیان کو جنم دیا ۔ ان میں امام ابو الولید ھشام بن احمد الوقشی ، ان کا بھتیجا ابو جعفر احمد بن عبدالرحمن الوقشی اور مشہور سیاح ابن جبیر کے نام بہت ممتاز حیثیت (۲) رکھتے ھیں (ابن جبیر ابو جعفر الوقشی کا داماد بھی تھا) ایک تو قبیلے کے لوگوں کی کشش نے دوسرے اندلس کے اموی حکمرانوں کی علم دوستی نے محمد الرازی کو دیار اندلس سے رغبت اور دلچسپی پر مجبور کر دیا ۔ چنانچہ تیسری صدی ھجری کے وسط (تقریباً ۲۵۱ ھـ/ ۸٦۴ء) میں وہ پہلی بار مشرق سے اندلس میں وارد ھوا ۔ وہ ایک تاجر تھا اور تجارت کی غرض سے ھی وہ اندلس میں آیا تھا لیکن خدا نے اسے علم و ادب اور خطابت و فصاحت لسانی میں جو اعلی صلاحیت اور بلند مقام (۳) عطا کیا تھا اس کی بدولت نہ صرف یہ کہ اندلس کے علمی و ادبی حلقے اس کے گرویدہ ہو گئے بلکہ اندلس کے اموی حکمران بھی اس کے علم و فضل کے معترف ہو گئے ۔ اموی شہزادہ محمد اول بن عبدالرحمن (۲۷۳ تا ۲۷۵ ھـ/ ۸۸٦ تا ۸۸۸ ء) اس سے بہت محبت و احترام سے پیش آتا تھا اور اس پر بہت اعتماد کرتا تھا ۔ بارھا اس نے محمد الرازی کو

سلاطین مشرق کے علاوہ اندلس کے بعض حکمرانوں کے ہاں اپنا سفیر بنا کر بھیجا ۔ محمد اول کا بیٹا شہزادہ المنذر بھی اس کا بے حد احترام کرتا اور ہمیشہ اس پر اعتماد کرتا تھا ۔ ربیع الآخر ۲۷۳ھ (۸۸٦ء) میں اسی شہزادہ المنذر کی سفارت کے سلسلے میں البیر سے واپس آتے ہوئے رازی کا انتقال ہوا (۴) ۔

محمد الرازی جب اندلس میں وارد ہوا تو قرطبہ اور دیگر علمی مراکز پر مشہور اندلسی عالم ، محدث ، فقیہ اور مؤرخ عبدالملک بن حبیب السلمی کے شاگرد چھائے ہوئے تھے ۔ رازی کو چونکہ تجارت و سیاحت سے دلچسپی تھی اس لئے قدرتی طور پر اس نے اندلس کے جغرافیائی اور تاریخی حالات کے علاوہ اس کی فتح کے واقعات میں گہری دلچسپی لی ۔ اندلس میں موسی بن نصیر کے داخلے سے لے کر واپسی تک کے وہ تمام واقعات بڑی محنت سے مرتب کئے جو اس نے ابن حبیب السلمی کی روایت میں اس کے شاگردوں سے سنے تھے ، خصوصیت کے ساتھ اس نے عسکر اسلام کے ان دستوں کے اندلس میں داخلے ، نقل و حرکت ، اقامت اور فاتحانہ پیش قدمی کی تفصیلات کو ایک کتاب میں جمع کر دیا تھا جو موسیٰ کے ساتھ فتح اندلس میں شریک تھے ، رازی کے بیان کے مطابق جب موسیٰ بن نصیر اندلس میں داخل ہوئے تو ان کے ساتھ بیس سے زائد رایات (رایات کا واحد رایة ہے جس کے معنی ہیں جھنڈا) تھے جن میں سے دو موسیٰ بن نصیر کے اپنے تھے ، ان میں سے ایک انہیں عبدالملک بن مروان نے اور دوسرا اس کے بیٹے ولید نے عطا کیا تھا ، تیسرا عسکری علم موسیٰ کے بیٹے عبدالعزیز کا تھا جو اندلس کا پہلا گورنر مقرر ہوا تھا (۵) ۔

رازی نے لکھا ہے کہ موسیٰ بن نصیر کا اسلامی لشکر بحری جہاز سے اتر کر اندلس میں داخل ہوتے وقت جبل قردہ کے دامن سے

گزرا ـ یہ پہاڑ بعد میں مرسیٰ موسیٰ (یعنی موسیٰ بن نصیر کے لنگر انداز ہونے کی جگہ) کے نام سے مشہور ہوا ، اسلامی لشکر نے جزیرہ خضراء میں باہم صلاح و مشورہ کیا اور پھر اشبیلیہ کی طرف بڑھنے اور اشبونہ تک باقی ماندہ مغربی اندلس کو فتح کرنے کا فیصلہ ہوا ـ جس جگہ یہ مشورہ ہوا تھا وہاں موسیٰ بن نصیر نے ایک مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا جو مسجد الرایات کے نام سے مشہور ہوئی ـ اسی مناسبت سے رازی نے اپنی تصنیف کا نام کتاب الرایات رکھا (٦) ـ

افسوس کہ جس کتاب کے ذریعے رازی نے اسلامی اندلس کا اولین مؤرخ ہونے کا شرف حاصل کیا وہ گردش زمانہ کے ہاتھوں محفوظ نہ رہ سکی اور ضائع ہو گئی لیکن خوش قسمتی سے اس کتاب کا مکمل مواد اور بعض طویل اقتباسات دو کتابوں میں محفوظ کر لئے گئے ہیں ، ان میں سے ایک کتاب تو الرسالة الشریفیة الی الاقطار الاندلسیة ہے ، اس کتاب کا مصنف تو معلوم نہیں لیکن اس کے مواد کی اکثر روایت ابن حبیب السلمی سے منسوب ہے جس نے یہ سب واقعات موسیٰ بن نصیر کے ساتھی اور مشہور تابعی حضرت علی بن رباح سے براہ راست سنے تھے اور بعض روایات ایک شخص محمد ابن مزین سے منسوب ہیں جو یہ بیان کرتا ہے کہ ۱۷۲ ھ میں اسے اشبیلیہ کے ایک کتب خانے میں محمد بن موسیٰ الرازی کی کتاب الرایات ملی تھی ـ ابن مزین نے کتاب الرایات کے مواد کو بعض اوقات اپنے الفاظ میں اور بعض اوقات طویل اقتباسات کی شکل میں نقل کیا ہے ـ دوسری کتاب جس میں رازی کی اس کتاب کا مواد اور اقتباسات موجود ہیں ، محمد الغسانی کی کتاب ,,رحلة الوزیر فی افتکاک الاسیر ،، ہے ـ یہ محمد الغسانی مراکش کا وزیر تھا اور اس نے ۱۱۰۲ ھ (١٦٩١ء) میں سفیر کی حیثیت سے اندلس کا سفر کیا تھا ، یہ دونوں کتابیں چھپ چکی ہیں اور دستیاب ہیں ـ

رازی نے اپنی اس کتاب میں فتح اندلس کے مفصل واقعات کے علاوہ موسیٰ بن نصیر کی ان تدابیر کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے جو انہوں نے فتح کے بعد نظم و نسق کی خاطر اندلس کی صوبائی تقسیم کے سلسلے میں اختیار کی تھیں ، ان صوبوں کے پہلے سربراہوں کے نام بھی دیئے ھیں ۔ یہ بات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے کہ رازی نے موسیٰ بن نصیر کے دفاع میں بہت زور صرف کیا ہے۔ وہ جہاں سلیمان بن عبدالملک کو خطا کار ٹھہراتا ہے وہاں موسیٰ کو بیگناہ ، ایک قابل اور دیانت دار جرنیل ثابت کرتا ہے۔ اور بتاتا ہے کہ اس عظیم سپہ سالار اور سچے مسلمان تابعی پر جو الزامات عائد کئے جاتے ھیں وہ سب بے بنیاد ھیں ۔

احمد الرازی

اندلسی مؤرخین کے اس رازی خاندان میں ابو بکر احمد بن محمد بن موسیٰ بن جناد بن لقیط الداری الکنانی الرازی ممتاز حیثیت رکھتا ہے ، تاریخ ، ادب ، شعر و شاعری اور قوت حفظ و ضبط میں اپنی مثال آپ تھا ۔ اس کے باپ محمد الرازی نے اسلامی اندلس کی تاریخ کو جہاں چھوڑا تھا اس نے وہاں سے اسے آگے بڑھایا اور اس میں قیمتی اضافے کئے ۔ احمد نے تاریخ مرتب کرتے وقت ان مآخذ کو بھی استعمال کیا جو اس کے والد کی رسائی سے باہر تھے ۔ کتب تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ احمد الرازی نے تاریخ کے موضوع پر متعدد کتابیں تصنیف کی تھیں کیونکہ اس کے نام کے ساتھ ,,احمد التاریخی یا احمد صاحب التواریخ ،، کے الفاظ ملتے ھیں ۔ (۷)

ابن الفرضی کے قول کے مطابق احمد الرازی ۱۰ ذوالحجہ ۲۷۴ھ کو اندلس میں پیدا ھوا (۸) ۔ بعد کے تمام مؤرخ اور تذکرہ نگار

اسی قول پر اعتماد کرتے ہوئے یہی تاریخ پیدائش لکھتے ھیں لیکن اگر یہ قول درست مان لیا جائے تو پھر ایک مشکل پیدا ھو جاتی ہے جس کی طرف کسی تذکرہ نگار کا خیال نہیں گیا، اور وہ یہ کہ اس طرح باپ کی وفات اور بیٹے کی پیدائش کے درمیان تقریباً دو سال کا فاصلہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ احمد الرازی کی پیدائش اور اس کے باپ محمد الرازی کی وفات کے درمیان جو یہ اتنا طویل وقفہ ہے اس کی نہ تو آج تک نشاندھی کی گئی اور نہ اس کا کوئی واضح سبب بیان کیا گیا ۔ ھمارے تذکرہ نگار اور مؤرخ چھان بین سے کام لئے بغیر یونہی نقل در نقل کرتے چلے گئے ھیں ۔

ابن الابار نے باپ یعنی محمد الرازی کی تاریخ وفات ربیع الثانی ۲۷۳ ھ (۸۸۶ء) لکھی ہے۔ بعد میں المقری ، خیر الدین زرکلی ، عمر رضا کحالہ اور فاضل مستشرق لیوی پروفنسال نے اسی پر اعتماد کیا ہے (۹) ۔ ابن الفرضی نے بیٹے یعنی احمد الرازی کی جو تاریخ پیدائش (۱۰ ذوالحج ۲۷۴ ھ) لکھی ہے اسے یاقوت الحموی ، سیوطی ، زرکلی ، کحالہ اور لیوی نے صحیح سمجھتے ہوئے نقل کر دیا ہے (۱۰) لیکن سوچنے کی بات ہے کہ یہ بعد کیسے پیدا ھو گیا ۔ باپ جب ربیع الثانی ۲۷۳ ھ مطابق ستمبر ۸۸۶ ء میں فوت ھو گیا تو اس کا بیٹا پورے اکیس بائیس ماہ بعد ۱۰ ذوالحج ۲۷۴ ھ (۲۶ ۔ اپریل ۸۸۸ء) کو کس طرح پیدا ھوا ؟ اگر یہ تاخیر غیر معمولی مدت حمل کے باعث تھی تو اس کی نشاندھی ضروری تھی ۔ ورنہ کہا جائے گا کہ یہ سطحیت و بے نیازی یا سہو کتابت کا کرشمہ ھو گا ۔ متقدمین کو تو اس سلسلے میں معذور سمجھا جا سکتا ہے ، کیونکہ ان میں سے جس کسی نے باپ کا ذکر کیا اس نے بیٹے کا ذکر اپنی کتاب میں نہیں کیا ۔ بعض نے باپ کا تذکرہ کیا ہے اور بعض نے صرف بیٹے کے حالات

قلمبند کئے ھیں ۔ مگر متأخرین میں سے جدید عرب دنیا کے دو فاضل تذکرہ نگار خیر الدین زرکلی صاحب الاعلام اور عمر رضا کحالہ صاحب معجم المؤلفین کسی طرح بھی معذور نہیں سمجھے جاسکتے کیونکہ ان دونوں بزرگوں نے اپنے اپنے تذکروں میں باپ بیٹے دونوں کا ذکر کیا ہے اور باپ کی وفات اور بیٹے کی پیدائش کے اس فاصلے پر توجہ نہیں دی ۔ سب سے زیادہ قابل رحم حالت مشہور مستشرق مسٹر لیوی کی ہے جس نے باپ اور بیٹے کا تذکرہ انسائیکلوپیڈیاآف اسلام کے ایک ھی مقالے میں کیا ہے اور ایک ھی سانس میں باپ کی وفات ربیع الثانی ۲۷۳ ھ (۸۸۶ء) بتائی اور پھر ۱۰ذوالحجہ ۲۷۴ھ (۲٦ ۔ اپریل ۸۸۸ء) بیٹے کی تاریخ پیدائش لکھدی ، مگر اس نے یہ نہ بتایا (یا اس کی سمجھ میں نہ آیا) کہ یہ پونے دو سال کا فاصلہ کیا معنی رکھتا ہے ۔

بہرحال ابن الابار یا ابن الفرضی میں سے کسی ایک کا بیان یقیناً غلط ہے اور اسے مسترد کرنا پڑے گا ۔ میرا خیال ہے کہ ابن الفرضی کا بیان درست ہے اور ابن الابار کا بیان یا تو کسی غلط روایت کی پیداوار ہے اور یا نقل نویسی کا کرشمہ ہے ، ۴ کا ھندسہ ۳ سے بدل گیا ، ورنہ باپ کی وفات اور بیٹے کی پیدائش ۲۷۴ ھ ھی ہے ۔ (۱۱)

احمد الرازی کا باپ اندلس کے بادشاھوں کے ھاں بڑا اثر و رسوخ رکھتا تھا ۔ اس نے محمد بن عبدالرحمن اموی اور اس کے بیٹے المنذر کی سفارتی خدمات بھی انجام دی تھیں ۔ اس کے علاوہ ایک فصیح البیان عالم و فاضل اور نامور مؤرخ کی حیثیت سے اس نے اندلس کے علمی و ادبی حلقوں سے خراج تحسین بھی وصول کیا تھا ۔ چنانچہ جب بیٹا بڑا ھوا تو نہ صرف اسے شاھی درباروں میں رسائی

حاصل ہوئی بلکہ باپ کی طرح وہ بھی اہل علم کی توقعات پر پورا اترا اور بہت جلد ایک ممتاز مؤرخ کی حیثیت سے شہرت حاصل کر لی ۔

احمد الرازی نے جب آنکھ کھولی تو قرطبہ اہل علم و فضل کا گہوارہ اور ایک مضبوط علمی و ثقافتی مرکز بن چکا تھا (۱۲) جہاں بلاد مشرق سے آنے والے اہل علم اپنے علوم و معارف کے موتی بکھیر رہے تھے اور اندلس سے جانے والے طالبان علم و دانش واپس آ کر تدریس و تالیف میں مشغول تھے ۔ اس کے علاوہ اندلس کے اموی حکمرانوں کی علم پروری اور کتاب دوستی کے باعث بلاد مشرق کی معیاری کتابوں کے نفیس نسخوں کے انبار لگ رہے تھے اور بہت جلد وہ وقت آنے والا تھا جب اندلس کا ہر گھر کتب خانہ اور وہاں کا ہر باشندہ پڑھنے لکھنے کے قابل بننے والا تھا ۔ احمد الرازی نے اپنے باپ کے فن کو اپنانے کا فیصلہ کیا اور فضلائے وقت سے مستفیض ہونے کے ساتھ ساتھ ان کتابوں کے ذخائر سے استفادہ بھی کیا ۔

احمد الرازی نے قرطبہ کے جن مشہور اساتذہ سے استفادہ کیا ان میں شیخ ابو عمر احمد بن خالد المعروف بابن الحباب (۱۳) القرطبی (متوفی ۳۲۲ھ) اور مشہور محدث ، ادیب اور مؤرخ ابو محمد قاسم بن اصبغ البیانی (۱۴) (متوفی ۳۴۲ ھ) اہم مقام رکھتے ہیں ۔ یہ البیانی ان لوگوں میں سے ہے جو اندلس سے چلکر مشرق کے بلاد اسلامیہ میں سب سے پہلے وارد ہوئے تاکہ عربی و اسلامی علوم کے سر چشموں سے براہِ راست سیراب ہو سکیں ۔ اس نے مشرق کے جن علماء سے استفادہ کیا ان میں محمد بن اسماعیل ترمذی اور ابو محمد عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ الباہلی بھی شامل ہیں ۔

احمد الرازی نے اندلس اور اہل اندلس کے بارے میں کئی ایک قابل قدر کتب تاریخ مرتب کی تھیں ۔ اس کا باپ ایک تو مشرقی نو

وارد ہونے کے باعث اور دوسرے صرف ایک کتاب الرایات کے نام سے مختصر سی کتاب لکھنے کے سبب وہ شہرت و عزت حاصل نہ کر سکا تھا جو اس کے بیٹے کو نصیب ہوئی ۔ اپنے باپ کے برعکس وہ پیدائشی طور پر اندلسی تھااور اندلس والے بجا طور پر اسے اپنا سب سے پہلا مؤرخ خیال کرتے تھے ۔ ابو محمد عبداللہ بن فتوح الحمیدی (متوفی ۴۸۸ ھ) کا بیان (۱۵) ہے کہ احمد الرازی نے تین عظیم الشان کتابیں تصنیف کی تھیں ۔ ان میں سے ایک ,,تاریخ الاندلس،، ہے جس میں اس نے فتح اندلس سے لیکر اپنے عہد تک کی مفصل و مکمل تاریخ جمع کی ۔ اس کتاب میں اس نے اپنے باپ کی کتاب الرایات کا مواد بھی شامل کر دیا اور اس کے علاوہ دوسرے زبانی اور تحریری مصادر سے بھی استفادہ کیا ۔ احمد الرازی کی یہ کتاب اتنی مفصل اور جامع تھی کہ بعد میں آنے والے ہر مورخ اور تذکرہ نگار نے اس سے استفادہ کیا اور جگہ جگہ اس کے اقتباسات اپنی تصانیف میں نقل کئے ہیں ۔

دوسری کتاب ,,صفة قرطبة،، یعنی قرطبہ کا تاریخی جغرافیہ ہے ۔ اس کتاب میں قرطبہ شہر کی تاریخ ، جغرافیہ اور شہر کے عظماء و اعیان کا مبسوط تذکرہ بھی شامل تھا ۔ احمد الرازی نے یہ کتاب مرتب کرتے وقت احمد بن ابی طاہر بغدادی کی کتاب ,,اخبار بغداد،، کو سامنے رکھا تھا ۔ رازی کی تیسری اہم تصنیف ,,انساب مشاہیر اهل الاندلس،، ہے جس میں اهل اندلس کے انساب بڑی تفصیل اور جامعیت کے ساتھ بیان کئے گئے ۔ یہ کتاب پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل تھی ۔ اندلس میں ظاہری مذهب کے امام اور مشہور عالم انساب ابو محمد علی بن احمد بن حزم نے اپنی کتاب جمہرة انساب العرب کی تدوین و ترتیب میں اس سے بڑی مدد لی ۔ الحمیدی (۱۶)

نے خود ابن حزم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس موضوع پر اس سے بہتر اور مفصل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ۔

یاقوت الحموی (۱۷) نے اس کی تین اور کتابوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ کتاب التاریخ الاوسط ، کتاب التاریخ الاصغر اور کتاب مشاہیر اہل الاندلس ۔ مؤخرالذکر کتاب کے بارے میں یاقوت کی رائے یہ ہے کہ یہ ایک عمدہ تصنیف تھی اور پانچ جلدوں پر مشتمل تھی ۔ ہو سکتا ہے کہ یہ کتاب دراصل انساب مشاہیر اہل الاندلس ہی ہو ، جسے یاقوت نے کتاب مشاہیر اہل الاندلس کے نام سے ذکر کیا ہے۔

المقری (۱۸) احمد الرازی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس نے اندلس کی تاریخ پر بہت سی کتابیں تصنیف کی تھیں ۔ ان میں سے اکثر المقری کی نظر سے گزریں اور نفح الطیب کی ترتیب میں اس نے ان سب سے استفادہ کیا ۔ وہ احمد الرازی کی تین کتابوں کا بطور خاص ذکر کرتا ہے ۔ (۱) اخبار عمر بن حفصون ، (۲) اخبار عبدالرحمن بن مروان الجلیقی (۳) اخبار بنی قسی ۔ المقری (۱۹) ابن الابار کے حوالے سے الرازی کی ایک کتاب جغرافیہ کا بھی ذکر کرتا ہے جس میں اس نے اندلس کے جغرافیائی حالات کی تفصیل قلمبند کی ہے۔ اصل کتاب تو ضائع ہو چکی ہے لیکن اس کے قسطیلی اور پرتگیزی تراجم محفوظ ہیں ۔ پروفیسر لیوی پروفنسال کا بیان ہے کہ یہ کتاب عبدالرحمن الناصر کے عہد کے اندلس کے بارے میں جغرافیائی معلومات کے علاوہ سیاسی و معاشرتی معلومات بھی مہیا کرتی ہے۔ موصوف کا یہ خیال درست معلوم ہوتا ہے کہ یا قوت نے معجم البلدان میں رازی کی اس کتاب سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہوگا ۔

صحیح ترین قول کے مطابق احمد الرازی کی وفات ۱۲ ۔ رجب ۳۴۴ ھ کو ہوئی ۔

عیسی بن احمد الرازی

رازی خانوادۂ مؤرخین کا آخری چشم و چراغ عیسی بن احمد بن محمد الرازی بھی اپنے باپ اور دادا کی طرح ایک ممتاز فاضل اور نامور مؤرخ تھا ۔ اسلامی اندلس کی تاریخ کا کام جہاں اس کے باپ نے چھوڑا تھا عیسی نے اسے آگے بڑھایا تاریخ اندلس کے جو گوشے اس کے باپ سے پوشیدہ یا نامکمل رہ گئے تھے انھیں مکمل کیا اور اپنے عہد تک کی سیاسی و علمی تاریخ مرتب کی ۔ تاریخ کے جن مآخذ تک باپ کی رسائی نہ ہو سکی تھی اس نے ان سے بھی پورا پورا استفادہ کیا ۔ بعد میں آنے والے مؤرخین مثلاً ابو مروان ابن حیان ، ابن الابار القضاعی اور احمد المقری کی کتب تاریخ عیسی الرازی کے اقتباسات اور تاریخی مواد سے بھری پڑی ھیں ۔ عیسی نے تاریخ کے جن متنوع موضوعات پر قلم اٹھایا ان کے پیش نظر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ وہ اس میدان میں اپنے باپ اور دادا سے کسی طرح کم نہ تھا ۔ (۲۰)

ابن عبدالملک المراکشی نے اپنی کتاب میں عیسی الرازی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس نے تاریخ اور علوم متداولہ کی تحصیل زیادہ تر اپنے والد ابوبکر احمد الرازی سے کی تھی ۔ وہ خلیفہ الحکم المستنصر اور المنصور بن ابی عامر کے درباروں سے وابستہ رہا اول الذکر کے لئے اس نے اندلس کی مفصل تاریخ پر ایک کتاب تصنیف کی تھی اور مؤخر الذکر کے نام اپنی دو تصانیف معنون کیں (۲۱)۔

خلیفہ الحکم المستنصر باللہ کے لئے ,,تاریخ الاندلس ،، کے نام سے جو کتاب عیسی الرازی نے مرتب کی تھی اس میں نہ صرف وہ مواد شامل تھا جو اس کے دادا محمد الرازی کی کتاب الرایات اور اس کے والد احمد الرازی کی کتب تواریخ میں موجود تھا ، بلکہ مختلف

مستند مآخذ کی روشنی میں اپنے عہد تک کے تمام تاریخی حوادث و وقائع بھی شامل کر دئے تھے ۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اندلس کے دو بڑے مؤرخوں نے اسے اپنی تصانیف کی بنیاد بنایا اور جگہ جگہ اس کتاب کے اقتباسات درج کئے ہیں ۔ ان میں سے ایک ,,المقتبس من انباء اہل الاندلس ،، کا مصنف ابو مروان حیان بن خلف بن حیان ہے اور دوسرا احمد المقری ہے۔

المقری نے ,,نفح الطیب،، میں عیسی بن احمد الرازی کی کتاب سے جو اقتباسات پیش کئے ہیں ان میں سے ایک اقتباس بڑا دلچسپ اور اہم ہے ، بلکہ سبق آموز بھی ہے ۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ اسلامی اندلس کے خلاف نصرانیوں کی پہلی منظم بغاوت صرف چند عہد شکن اوباشوں کی شورش تھی جو آگے چل کر ایک سیل بےاماں کی شکل اختیار کر گئی اور بالآخر اندلس سے ملت اسلامیہ کی مکمل اخراج اور جلاوطنی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی ، اگر اس سے غفلت نہ برتی گئی ہوتی تو اندلس کی تاریخ کچھ اور ہوتی ۔ ہوا یوں کہ اشتوریش کے جلیقی عیسائیوں کا ایک سردار قرطبہ میں مسلمانوں کے پاس بطور یرغمال مقیم تھا ۔ اس کا نام ,,بلای،، یا ,,فلای ،، تھا وہ اندلس کے گورنر الحربن عبدالرحمن ثقفی کے عہد میں قرطبہ سے بھاگ گیا ۔ یہ فتح اندلس کے بعد چھٹے سال یعنی ۹۸ھ کا واقعہ ہے۔ جب عنبسہ بن سحیم کلبی اندلس کا گورنر مقرر ہوا تو اس کے عہد میں بلای نے جلیقیہ کے عیسائیوں کو منظم کیا اور اندلس کے غیر مفتوحہ علاقوں کو مسلمانوں سے محفوظ رکھنے کے لئے علم بغاوت بلند کر دیا ۔ مسلمان فاتحین اسے لاؤ لشکر سمیت جلیقیہ کی ایک پہاڑی تک دھکیل کر لے گئے ۔ اس کے ساتھ صرف تین سو مرد اور عورتیں تھیں ۔ ناکہ بندی کے باعث اس کے اکثر ساتھی

بھوکوں مر گئے صرف تیس مرد اور عورتیں باقی بچے جو پانی اور شہد پر گزارہ کر کے زندہ رھے مسلمانوں نے انھیں حقیر سمجھکر چھوڑ دیا ـ لیکن آگے چل کر یہی تیس آدمی ایک خطرناک قوت بن گئے ـ ۱۳۳ ھ میں بلای فوت ہو گیا اور اس کا بیٹا ,,فافلد ،، اس کا جانشین مقرر ہوا جو دو سال بعد مر گیا ـ پھر ایک شخص اذفونش بن بیطر جانشین ہوا جس نے آگے چلکر ایک شاھی خاندان کی بنیاد رکھی ، اسی خاندان کے بادشاہ کے ہاتھوں غرناطه کا سقوط اور اندلس سے ہمیشه کے لئے مسلمانوں کا اخراج عمل میں آیا (۲۲)ـ

حاجب المنصور بن ابی عامر کے لئے عیسی الرازی نے دو کتابیں تصنیف کیں ـ ایک ,,کتاب الوزارة و الوزراء ،، اور دوسری ,,کتاب الحجاب للخلفاء بالاندلس ،، ـ ان دو کتابوں میں اس نے اپنے عہد تک کے ان علماء فضلاء ، ادباء اور شعراء کا تذکرہ کیا ہے جو اندلس کے مختلف بادشاھوں کے عہد میں وزیر یا حاجب مقرر ہوتے رھے (۲۳)ـ رازی نے ان اھل علم کے سوانح حیات کے ساتھ ساتھ ان کے علمی کمالات اور شعر و نثر کے نمونے بھی درج کئے ھیں ـ یہی دو کتابیں ابن الابار القضاعي کی ,,کتاب الحلة السیراء ،، کی بنیاد اور محرک ثابت ہوئیں ـ ابن الابار نے جو اقتباسات درج کئے ھیں ان سے معلوم ہوتا ہے که عیسی الرازی نے نه صرف حاجبوں اور وزیروں کے علمی کمالات اور مکتوبات و اشعار کے نمونے دئے تھے بلکه اندلس کے سلاطین اور خلفاء کے علمی کارناموں اور انتخاب کلام سے اپنی کتاب کو مزین کیا تھا ـ عبدالرحمن بن معاویه الداخل ، جو عباسیوں سے بچ کر اندلس پہنچ گیا تھا اور جسے عباسی خلیفه المنصور نے صقر قریش ، یعنی ,,قریش کا شاھین ،، کا لقب دیا تھا ، جب سرزمین اندلس کا حکمران بن گیا تو ایک دن کھجور کے ایک الگ تھلگ اور

تنہا پودے کو حسرت بھری نظر سے دیکھا اور کہا ، اندلس میں یہ پودا بھی میری طرح اجنبی ہے جو عرب سے یہاں لایا گیا ہے۔ اس موقع پر عبدالرحمن نے اس پودے کو مخاطب کر کے کچھ شعر کہے تھے ، یہ اشعار پہلے عیسی الرازی نے اپنی کتاب الحجاب للخلفاء بالاندلس میں محفوظ کئے تھے اور پھر اس سے ابن الابار نے اپنی کتاب الحلۃ السیراء میں نقل کئے ھیں :

یانخل انت غریبۃ مثلی   فی الغرب نائیه عن الاصل

ترجمہ : اے کھجور! تو بھی میری طرح اجنبی ہے اور دیار مغرب میں اپنے وطن اصلی سے دور ہے!

فابکی ، وھل تبکی مکبسة   عجماء لم تطبع علی خبل

ترجمہ : رو اے کھجور! مگر کوئی بندلب ، بےزبان ، الجھنوں سے بے نیاز کب روتا ہے!

لو انها تبکی أذا لبکت   ماء الفرات و منبت النخل

ترجمہ : اگر وہ روتی تو پھر آب فرات اور نخلستانوں میں بھی ماتم برپا ہو جاتا!

لکنها ذهلت و اذهلنی   بغض بنی العباس عن اهلی

ترجمہ : مگر وہ تو اپنے وطن کی یاد کو بھلا چکی ہے اور مجھے بھی بنو عباس کے بغض نے اپنے خاندان سے غافل کر دیا ہے۔

عیسی بن احمد الرازی کی وفات ۳۷۹ ھ (۹۸۳ ع) میں ہوئی، اندلس کے بعض تذکرہ نگاروں کا خیال ہے کہ وہ بنوامیہ کی اندلسی خلافت کا شیرازہ بکھر جانے کے بعد بھی زندہ رہا اور قرطبہ کی خلافت بنو حمود کا زمانہ پایا ، جنہوں نے ملوک الطوائف کے دور میں خلافت کے نام پر اسلامی اندلس کو متحد کرنے کی ناتمام کوشش کی تھی ۔

حواشی

(۱) اندلس کا تاریخی جغرافیه

(۲) نفح الطیب ، التکمله

(۳) تاریخ علماء الاندلس ۱/۱۳۰ ، نفح الطیب ۲/۶۷ ، التکمله ۱/۳۶۶ .

(۳) الاعلام ۷/۳۳۷ ، معجم المولفین ۱۲/۶۲ ، التکمله ۱/۳۶۶ ، نفح الطیب ۲/۶۷ .

(۵) الرسالة الشریفیة ص ۱۹۳ ، الاعلام ۷/ ۳۳۸ ـ

(۶) ایضاً ـ

(۷) نفح الطیب ۲/۱۱۸ ، بغیة الملتمس ص ۱۳۰ ـ

(۸) تاریخ علماء الاندلس ۱/۳۰

(۹) نفح الطیب ۲/۶۷۲ ، الاعلام ۷/۳۲۸ ، معجم المؤلفین ۱۲/۶۳

۱۰ ـ معجم الادباء ۳/۲۳۶، بغیة الوعاة ۱/۳۸۵، الاعلام ۱/۱۹۹، معجم المؤلفین ۲/۱۶۳

(۱۱) تفصیل کے لئے دیکھئے ماهنامه ,,ترجمان الحدیث ,, جولائی ۱۹۷۰ء میں همارا مقاله ,,تذکره نگاروں کی ستم ظریفیاں ,,

(۱۲) طبقات الامم ص ۷۲ـ

(۱۳) تاریخ علماء الاندلس ۱/۳۱

۱۳ ـ جذوة المقتبس ص ۳۱۱

(۱۵) جذوة المقتبس ص ۹۷ ، نیز دیکھئے تاریخ علماء الاندلس ۱/۳۱ ، اور بغیة الملتمس ص ۱۳۰

(۱۶) جذوة المقتبس ص ۹۷ ،

۱۷ ـ معجم الادباء ۳:۲۳۶

۱۸ ـ نفح الطیب ۲/۱۱۸

۱۹ ـ نفح الطیب ۲:۱۱۱ ، تکملة ابن الابار ۱: ۱۳۰

۲۰ ـ دائره معارف اسلامی مقاله ,,الرازی,, ۵/۳۹۷ ـ

۲۱ ـ الذیل والتکملة ۵/۳۹۱

۲۲ـ نفح الطیب ۲/۶۷۲

۲۳ ـ الذیل والتکملة ۵/۳۹۱

★★★

اندلس کا عہد ملوک الطوائف

ڈاکٹر امین اللہ وثیر

سیاسی حالات

مسلم اندلس کی وہ شاندار سلطنت جسے عبدالرحمن الثالث نے اپنی قوت بازو اور جرأت و ھمت سے پروان چڑھایا تھا ۔ ۱۰۳۱ء میں بہت سے مختلف ٹکڑوں میں منقسم ہو گئی اور تقریباً بیس چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے جنم لیا ۔ واقعہ یہ ہے کہ جب اندلس میں بنو امیہ اور بنو حمود کے بعد سلطنت کمزور پڑ گئی تو ہر جانب سے موالی، وزراء، عرب سردار نیز چھوٹے چھوٹے بربر افسر اٹھ کھڑے ہوئے اور ہر ایک نے اپنی بادشاہت اور خود مختاری کا اعلان کر دیا ۔ اس طرح سلطنت کا کاروبار مختلف گروھوں اور طبقوں میں بٹ کر رہ گیا۔ ان سرداروں اور قبائل کے سرگروھوں میں سے ہر ایک نے دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کی اور ایک دوسرے سے لڑنے بھڑنے لگے۔ اور اس خانہ جنگی کی وجہ سے خود بخود کمزور ہوتے چلے گئے ۔ یہاں تک کہ انھوں نے یورپ کے عیسائی بادشاھوں کو خراج ادا کیا ۔ بالآخر یوسف بن تاشفین مراکش سے آیا اور اس نے غیر مسلم قوتوں کو اندلس سے دوبارہ نکال باھر کیا ۔

بقول پروفیسر حتی :

,,۱۰۳۱ء میں قرطبہ کی اموی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا ، اس کے کھنڈروں سے چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستوں کا ایک جھرمٹ پیدا ھوا جنھوں نے ایک دوسرے سے لڑ بھڑ کر اپنی

طاقت کھو دی ۔ اس قسم کی بیس چھوٹی چھوٹی عارضی ریاستیں قائم ہو گئیں» (۱) ۔

ان ریاستوں میں سے بعض اتنی بے طاقت اور کمزور تھیں که دوسرے ہمسائیوں نے انھیں ہڑپ کر لیا اور وہ اپنا دفاع نه کر سکیں ۔ یہی بے چینی اور اضطراب کا زمانه تاریخ اندلس میں ,,عصر ملوک الطوائف» کہلاتا ہے ۔ یه واقعه پانچویں صدی ہجری کا ہے ۔ بے اطمینانی اور خانه جنگی کی یه حالت تقریباً ستر سال تک قائم رہی ۔

اس طوائف الملوکی میں سب سے اہم اور مضبوط قرطبه کی حکومت بنی جھور اور اشبیلیه کی حکومت بنی عباد تھیں ۔ ان کے علاوہ طلیطله اور سرقسطه کے بنو ذی النونؒ اور بنو ہود، بطلیوس کے بنو الافطس اور غرناطه کی حکومت بنی زیری بھی خاصی شہرت کی مالک تھیں ۔ بقول نکلسن ,,اندلس کی یه حالت بعینه پندرھویں صدی عیسوی کے اٹلی سے مشابه تھی » اگر غور کیا جائے تو نکلسن کی یه تشبیه اندلس کے اس عہد کی صحیح صورت حال کا مکمل نقشه پیش کرتی ہے (۲) ۔

,,ملوک الطوائف » کے درمیان ہمیشه سیاسی اور ملکی جھگڑے برپا رہے ۔ اکثر جدال و قتال تک بھی نوبت پہنچ جاتی ۔ لیکن یه لوگ اس عظیم خانه جنگی کی تباہ کاریوں اور برے نتائج کی ہولناکیوں سے قطعاً بے پروا اور بے خبر تھے یہاں تک که شمال کے نصاریٰ نے ان کی اس بدحالی سے فائدہ اٹھایا ۔ انھوں نے اپنی بکھری ہوئی صفوں کو درست کیا ۔ اپنی ضائع شدہ قوت کو مجتمع کیا اور پھر مسلمانوں کے شہروں ، قصبوں ، قلعوں اور سرحدوں پر یلغار کر دی اور حالت یه ہوگئی که :

,,ان شہروں سے اسلام کا آفتاب غروب ہونے کو تھا ۔ اور شاید

قدرت کو خود بھی یہی منظور تھا ۔ اس لئے چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کے دلوں میں کینہ اور بغض وحسد کی آگ بھر گئی ۔ انھوں نے اپنے آپ کو خود اپنے ھی ھاتھوں ھلاک کر ڈالا ۔ ایک دوسرے کے خلاف نصاریٰ سے مدد و اعانت چاھی ۔ یہاں تک کہ طالب و مطلوب دونوں کے دونوں کمزور پڑ گئے اور اس طرح دنیا میں ذلیل و خوار ہوئے » (۳) ۔

اس وقت اندلس کے علماء و فقہاء ملک کی اس افسوسناک صورت حال کی نزاکت کو اچھی طرح محسوس کر رہے تھے ۔ اب ان کے سامنے دو ھی راستے رہ گئے تھے ۔ اول یہ کہ وہ اپنی مملکت کو چھوڑ کر ملک بدر ہو جائیں اور عیسائیوں کے غلبے کے لئے راستہ صاف کر دیں ۔ دوسرے یہ کہ اندلس سے باھر کے کسی مسلمان طاقتور حکمران سے مدد طلب کریں ۔ علماء اور ارباب دانش نے اس دوسرے طریقے کو زیادہ مناسب اور اقرب الی الصواب جانا ۔ امراء دولت نے بھی ان کی تائید کی اور انکی رائے پر صاد کہا ، چنانچہ ایک سفارت جو قاضی بطلیوس ، قاضی غرناطہ ، قاضی قرطبہ اور وزیر اشبیلیہ پر مشتمل تھی امیر المغرب یوسف بن تاشفین کی طرف روانہ کی گئی ۔ امیر یوسف اس وقت کے تمام مسلمان حکمرانوں میں سب سے زیادہ طاقتور اور صاحب جرأت و همت انسان خیال کیا جاتا تھا ۔ اس نے ان لوگوں کی آواز پر لبّیک کہا اور اندلس کی سر زمین پر جا اترا اور اسی بطل جلیل کی بدولت دوبارہ اسلام اور مسلمانوں کے قدم سر زمین اندلس میں مزید چار سو سال کے لئے جم گئے ۔

علمی و ادبی حالات

یہ تو تھی اندلس کی سیاسی پس ماندگی کی حالت گیارھویں صدی عیسوی کے آغاز میں ۔ لیکن اس عالم انحطاط و تنزل اور

پستی کے باوجود حرکت علمی و ادبی قوی سے قوی تر ہوتی چلی گئی ۔ ایک طرف سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے تھے اور دوسری طرف بزم علم و ادب کی رونق دن بدن دوبالا ہوتی جا رہی تھی ۔ اس عہد کو اندلس کے عربی ادب کا سنہرا دور اور زمانۂ عروج و اقبال تسلیم کیا گیا ہے ۔

بیشتر ,,ملوک الطوائف ،، بذات خود ، عظیم القدر علماء و فضلاء میں سے شمار کئے جاتے تھے ۔ ان کے دربار مختلف وفود کے لئے منزل مقصود ، سخاوت و فیاضی کے سر چشمے ، ارباب حاجت کی امیدوں اور تمناؤں کی قبلہ گاہ اور اہل فضل و کمال ادباء و شعراء کی آماجگاہ بنے رہتے تھے (۴) ۔ اس سلسلے میں سید امیر علی کے الفاظ بڑے پر شکوہ اور حقیقت کے آئینہ دار ہیں : ۔

> ,,مالا ٹوٹ گئی اور موتی بکھر گئے ۔ چھوٹے چھوٹے بادشاہوں نے اپنی اپنی آزاد حکومتیں قائم کر لیں لیکن اس پر بھی علم و حکمت کا دیا جلتا رہا ۔ علوم و فنون پر زوال آنے کی بجائے انہیں اور بھی فروغ اور ترقی حاصل ہوئی ،، (۵) ۔

کہا جاتا ہے : ,,إِنَّ كُلَّ نَقْمَةٍ فِي طَيِّهَا نِعْمَةٌ ،، بالکل اسی طرح فتن و شرور سے بھرا ہوا یہ دور بھی اندلس کے عربی و اسلامی ادب کے لئے رحمت بےپایاں ثابت ہوا ۔ اس زمانے میں علماء و فضلاء کا قرطبہ سے بھاگ جانا بھی ایک نعمت عظمیٰ ثابت ہوا ۔ یہ لوگ مملکت کے مختلف چھوٹے اور بڑے شہروں میں پھیل گئے ۔ ان کے علم و فضل کے خزانے لبالب بھرے ہوئے تھے اور ان کے سینوں سے علم وافر کی نہریں جاری تھیں ۔ انہوں نے جہاں کہیں بھی نرم مٹی موجود پائی ، اور زرخیز زمین دیکھی وہیں علم و ادب کے بیج بو دئیے ۔ اس سے بڑے لذیذ اور شیریں ثمرات پیدا ہوئے ۔ ان اہل دانش کی محنت

بار آور ہوئی اور عوام علوم ریاضیہ و فلسفیہ کی طرف ٹوٹ پڑے ۔ صاعد الاندلسی اپنی کتاب طبقات الامم (ص ٦٧) میں لکھتے ھیں :

,,جب طوائف الملوک کا زمانہ آیا تو لوگوں نے ان کتابوں میں جو قرطبہ سے مختلف شہروں اور اطراف و جوانب منتقل کی گئی تھیں ، بے شمار مفید اور قابل قدر خزانے مدفـون پائے ، ہر صاحب علم کے سینے میں جتنا کچھ اور جو کچھ علم موجود تھا ۔ یکا یک باھر ابل پڑا اور علوم قدیمہ کی طلب و جستجو میں دن بدن رغبت بڑھنے لگی ۔ الحمدللہ!آج کی حالت اندلس کی گذشتہ حالت اعراض عن العلم سے بدرجھا بہتر ہے ۔ ،،

اس عصر الملوک میں جو بذات خود مختلف قسم کی سیاسی اور اجتماعی برائیاں اپنے اندر رکھتا تھا۔ سب سے بڑا کارنامہ ، بیش بہا وصف اور اھم کام یہ ظہور پذیر ھوا کہ عام لوگوں میں بھی غور و فکر ، تحقیق و تدبر ، تجسس و تفحص اور طلب و جستجو کی ایک تیز لہر دوڑ گئی ۔ ابو الولید الشقندی کا کہنا ہے : ۔

,,جب یہ عالی درجے کا نظام سیاسی تار تار ھو گیا ، بکھر کر رہ گیا اور یہ عظیم سلطنت مختلف ٹکڑوں اور چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گئی تو اس تفریق سلطنت میں بھی ایک بڑی نعمت پوشیدہ نکلی یعنی علماء و فضلاء اور ارباب علم و دانش کا وجود گویـا عـــلوم و فنون کا بازار گرم ھو گیا ، لوگ نظم و نثر میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے اور بازی جیت جانے کی کوششوں میں مشغول ھو گئے ۔ اس زمانے میں بادشاھوں اور امراء و رؤساء کے اتنے پر شکوہ اور عظیم الشان قصائد لکھے گئے کہ اگر اسی خوبصورت انداز اور اسلوب حسین میں تار و تاریک رات کی بھی وصف نگاری کی جاتی تو وہ تابناک سورج والے دن سے بھی زیادہ روشن ھو جاتی ،، (٦)۔

پھر ان عظیم المرتبت هستیوں ، علماء و فضلاء ، میں سب سے بڑی صفت اور جذبہ خیر و صلاح یہ تھا کہ ان کی اکثریت، ریاکاری اور ظاهر پسندی سے بڑی متنفّر تھی - یہ لوگ غلط سلط تعریف و تمجید اور بے جا مدح و ثناء کو ناپسندیدگی کی نگاھوں سے دیکھتے تھے - چنانچہ مشہور ہے کہ ابو غالب اللغوی نے ایک کتاب تصنیف کی - ملک دانیہ مجاهد العامری نے اسے ایک هزار دینار کی پیشکش کی لیکن شرط یہ لگائی کہ یہ کتاب اس کے نام سے معنون کی جائے، ابو غالب اس بات پر راضی نہ هوا - اس نے اس گراں قدر عطیے کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ وہ کتاب جسے میں نے عوام الناس کے فائدہ اور نفع کے لئے لکھا اور اسکی تدوین و تالیف میں اپنی پوری همت و کوشش صرف کر دی - اب اسے کسی اور کے نام معنون کردوں اور صرف اس بات پر فخر کروں کہ ایک بادشاہ کی چشم کرم مجھ پر آ پڑی - نہیں میں کبھی ایسا نہیں کر سکتا " - جب مجاهد کو اس بات کی خبر پہنچی تو بجائے غم و غصّہ سے لال پیلا ہونے کے،اس نے ابو غالب کی بڑی تعریف کی اور بغیر کوئی شرط لگائے اس انعام کو دوگنا کر دیا (۷)-

اس "عصر الملوک " کی مثال اور نظیر تاریخ انسانی میں ملنی مشکل ہے ، یہ دور هر قسم کے علم و فن کے اعتبار سے سرسبز و شاداب اور زرخیز تھا - اس مختصر سے پُراضطراب زمانے میں اتنے زیادہ ، اعلی پائے کے ادیب اور شاعر پیدا ہوئے جن کا شمار ممکن نہیں - اس عہد میں شعر و شاعری ادباء کی محفلوں اور امراء کے عالیشان محلات کی چار دیواری سے نکل کر صناعوں اور عام پیشہ وروں کی دوکانوں ، کسانوں کے کھیتوں اور محنت مزدوری کرنے والے عام انسانوں کی جھونپڑیوں میں پہنچ گئی - ملک کے ان عام اور

متوسط طبقے کے انسانوں میں سے تقریباً ہر شخص بہترین قسم کی نظم تخلیق کر سکتا تھا ۔ قزوینی نے بیان کیا ہے کہ :

,,اهل شلب سب کے سب ، شعر کو خوب جانچ سکتے تھے اور اس پر بڑی اچھی طرح تنقید کر سکتے تھے ۔ اگر تم کسی کھیت میں چلے جاؤ اور وهاں کسان سے باتیں کرو ، تم اس سے کوئی شعر پوچھو یا شاعری کے متعلق کسی قسم کا سوال کرو تو وہ تمھیں فی البدیهه اور ارتجالاً ہر موضوع کے بارے میں شعر هی میں جواب دے گا ،، ۔ (۸)

جنس لطیف بھی اس میدان میں کسی سے پیچھے نہیں رهی ۔ اس ضمن میں اکیلی ولاده بنت المستکفی باللہ کا نام لینا هی کافی هو گا۔ ولاده دولت بنی عباد کے علم و ادب کی سربراہ تھی (۹)۔

اس زمانے میں اگرچہ ایسے مواقع بھی آئے کہ مختلف عناصر ایک دوسرے کو نیست و نابود کر دینے کے بری طرح در پے رهے لیکن یہ دلچسپ رجحان بھی واضح تھا کہ مختلف انسانوں اور ثقافتوں میں هم آهنگی اور ربط پیدا کیا جائے ۔ دولت عبادیه کا اس سلسلے میں مقابلہ نہیں کیا جا سکتا ۔ ان کے هاں اتنے بہترین صاحب علم و کمال ، اعلی درجے کے صاحب فن شعراء و ادباء جمع هو گئے تھے کہ کہیں اور موجود نہ تھے ۔ یہ سب کے سب ، اصحاب المعانی الدقیقة و الخیال الرقیق و الالفاظ العذبة تھے ۔ ان میں سے عبد الجبار بن حمدیس الصقلی، ابوبکر بن زیدون،ابوبکر بن الباز (راثی المعتمد) عبد الجلیل بن وهبون اور الوزیر البائس ابوبکر ابن عمار کے نام خاص طور سے قابل ذکر هیں ۔ ان کے آقا ممدوح امیر المعتمد عبادی کو هم کبھی نہیں بھول سکتے، جس نے اپنے زمانۂ قید و بند کے وہ قصائد اور حزنیه نظمیں همارے سپرد کیں جو اس کے غمزده

مضطرب دل کی عمیق ترین گہرائیوں سے پھوٹ پھوٹ کر نکلی ہوئی ہیں ۔ وہ دل جو کبھی کسی کے سامنے خشوع و خضوع اور عاجزی سے متعارف نہیں ہوا ۔ جس نے کبھی مصائب و آلام دنیوی کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے اور ان سے کسی صورت ہار نہیں مانی ، وہ کہتا ہے اور کتنی سچی باتیں اسکی زبان سے نکلتی ہیں : ۔

قــالوا الخضــوع سیــاسة
فلیبــد مــنک لهــم خضــوع
والــذ من طعم الخضـــو
ع علی فمــی الســم النقیع
مــا سرت قط الی القتا
ل وکان من امــلی الرجوع
شیم العلی انا منهم
والاصــل تتبع الفــروع (۱۰)

عصر الملوک کے ان درباروں اور محلات کے پورے پورے حالات لکھنا بڑا دشوار ہے ۔ اتنا ھی بتانا کافی ہے که المقتدر اور المؤتمن من بنی هود خود فلسفی علماء تھے ۔ المؤتمن فنون ریاضیه میں بھی بڑا ماهر اور قابل تھا ۔ اس فن میں اسکی بہت سی تصانیف ھیں ۔ وہ فلسفه، نجوم اور حساب کی اشاعت و ترویج کا بڑا دھنی تھا ۔ بنو ھود کے زیر سایه بہت سے فلاسفه مثلاً ابن جبرون اور ابن باجه پرورش پا رهے تھے ۔ انهیں کے زیر سایه الطرطوشی مؤلف سراج الملوک (۴۳۱ ۔ ۵۳٦ ھ) نے زندگی بسر کی ۔

بنو ذی النون بھی انصار علم و ادب میں سے تھے ۔ ان کے دربار میں باکمال علماء و فضلاء کا ھر وقت ھجوم رھتا تھا ۔ مثلاً ابراھیم بن یحیٰی النقاش المعروف به ابن الزرقیال کواکب و نجوم کا بڑا ماھر اور

شناسا تھا ۔ محمد بن بصال صاحب ,,کتاب الفلاحه ،، وقاش النحوی، احمد بن مغیث ، احمد الصدنی یعنی ابو جعفر صاحب کتاب المقنع بھی اس دربار کے خوشه چینوں میں سے تھے ۔

بطلیوس بھی ادب و ثقافت کا ایک بڑا مرکز تھا ۔ یہاں بنوافطس کا دور دوره تھا ۔ مظفر بن افطس خود بھی تمام اقسام ادب و فن کا ماہر تھا ۔ اس نے کئی کتابیں تصنیف کیں ۔ اسکو ادبیات خصوصاً شعر و شاعری سے اتنی گہری رغبت اور وابستگی تھی که وہ کہا کرتا تھا۔

,,جس کے اشعار المتنبی اور المعرّیِ کے هم پایه نه هوں وه خاموش بیٹھا رہے،، (۱۱) ۔

اس زمانے میں بطلیوس علم و ادب اور شعر و انشاء کا مرکز تھا اور مظفر فصحاء و بلغاء کا کعبۂ مقصود تھا ۔ القلاعد میں فتح نے اسکی یہی تعریفات گنوائی هیں ۔ اسی دربار میں ابن عبدالبر القرطبی مشہور فقیه و محدث تشریف فرما ہوتے تھے، الوزیر ابن عبدون نے بھی اپنے مشہور قصیدے میں بنو افطس کا ذکر کیا ہے۔ اس قصیدے کا تذکرہ ابن خطیب نے اعمال الاعلام میں کیا ہے۔ اور اسکی بہت تعریف کی ہے۔ یه قصیده اس اعتبار سے بڑا اهم اور ممتاز ہے که اسمیں بطور موعظت و عبرت ان بڑے بڑے مصائب و آلام تاریخیه کا ذکر موجود ہے جو دنیا کی بڑی بڑی هستیوں اور بادشاهوں کو پیش آئے اور جن کی وجه سے اکثر ان کے تاج و تخت تک چھن گئے ۔ ان واقعات و حادثات میں انسان کو صبر و تسکین کا سبق دیا گیا ہے۔ کیونکه جب سے تاریخ کا ظہور ہوا ہے انسانیت انھیں غموں اور انھی تکلیفوں میں مبتلا چلی آ رہی ہے۔

اس زمانے کے اُمّ العواصم قرطبه کے سب سے زیاده قابل فخر و مباهات شخص ابن حزم تھے ۔ صاعد الاندلسی ان کے بارے میں لکھتا

ہے۔ ,,وہ اہل اندلس میں سب سے زیادہ جامع شخص ہے وہ تمام علوم اسلامیہ کا ماہر ہے۔ علم بیان ، بلاغت ، شعر، سیرواخبار اور منطق و فلسفہ میں اسکی معلومات کا دائرہ تمام علماء سے زیادہ ہے۔ خود اس کے لڑکے نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے پاس اپنے باپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تقریباً چار سو کتابیں موجود ہیں ۔ ،، ایک یورپی مؤرخ ان کے بارے میں لکھتا ہے : ,,ابن حزم اپنی تصنیف الملل والنحل ،، کی بدولت یورپ پر کئی صدیوں سے سبقت لے جا چکا ہے کیونکہ تاریخ مذاہب ، یورپ میں کہیں ۱۹ ویں صدی میں جا کر مرتب ہوئی ،، ۔

قرطبہ میں ,,ملوک الطوائف ،، کے عہد کے شعراء ، ادباء اور اصحاب فضل و کمال بےشمار ہیں ۔ اس خوبصورت شہر میں بڑے بڑے مؤرخ بھی پیدا ہوئے ۔ جن کی علمیت و فضلیت ایک مسلمہ امر ہے۔ ان میں سے ابو مروان ابن حیان صاحب التاریخ الکبیر ۔ جو ساٹھ جلدوں میں لکھی گئی ۔ بہت مشہور ہے ۔

بلنسیہ اور مرسیہ کے درباروں کا تذکرہ بھی قابل ذکر ہے ۔ یہاں بنو طاہر اور بنو صمادح برسراقتدار تھے ، ان کے دربار وزیر ابن عباس ، ابن عبادہ ، ابن شہید ، ابن اشرف الباجی اور ابو عبداللہ بن الحداد کی وجہ سے روشن و تابناک تھے ۔ بلکہ بنو صمادح کے تقریباً تمام امراء بھی مشہور شعراء میں شمار کئے جاتے تھے ان کے دربار کے بہت سے علماء جغرافیہ میں سے ابوالحسن اللغوی (۴۵۸ ھ) کا نام سر فہرست نظر آتا ہے ۔ (۱۲)

ملوک الطوائف کے عہد حکومت میں شعر و شاعری انتہا کو پہنچ گئی ۔ اندلس کے لوگ اپنے شاعروں کو اپنے لئے باعث فخر و اعزاز سمجھتے تھے ۔ وہ شاعروں کا کلام اور حالات زندگی جمع کرتے

اور انھیں اپنے بیاض میں نقل کر لیتے تاکه ضائع ہونے سے محفوظ رہ سکیں ۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ شعراء بھی اپنی اپنی عظمت و شہرت کی خاطر ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے لگے اسی لئے ان کا ادب نکھر گیا اور اسمیں نظافت و لطافت پیدا ہو گئی ۔ ان کے کلام میں حسن و نزاکت اور فنی چاشنی ماقبل و مابعد کے زمانوں کی نسبت بوجه کمال پائی جاتی ہے ۔

اشبیلیه میں معتضد بن عباد نے ایک شاندار محل بنوایا جس میں ہر طبقے کے شاعر جمع ہوتے اور مجالس شعر و ادب قائم ہوتیں ۔ اس زمانے میں شوکت علمی و ادبی اتنی عام ہو گئی تھی کہ کوئی فقهیه ، کوئی نجومی ، کوئی متکلم ، کوئی فیلسوف ، طبیب ، ریاضی دان اور کوئی مورخ و عالم ایسا نه تھا جو شعر نه کہتا ہو اور اسکی رغبت نه رکھتا ہو (۱۳) ۔

اس عہد کی شاعری میں ایک قابل ذکر جدت ہوئی اور وہ ہے تصوف و فلسفه کے مضامین کی کثرت ۔ اس صنف شعر میں ابن العربی اور ابن سبعین زیادہ مشہور ہوئے ۔ اسی زمانے میں رسائل ,,اخوان الصفا ،، اندلس میں داخل ہوئے ، اندلسی اشعار اور حکم و امثال میں ان رسائل کی بے شمار تلمیحات پائی جاتی ہیں ۔ بعض لوگوں کا تو یہاں تک کہنا ہے کہ دراصل مجریطی الاندلسی ہی ان کا مصنف و مؤلف تھا ۔ (۱۴)

یه بزم علم و ادب قائم رہی ، تاآنکه عربوں کو سپین سے کلیةً ملک بدر کر دیا گیا اور ان دیار سے انکی تہذیب وثقافت کا آفتاب غروب ہو گیا ۔ عربوں کی تاریخ کا یہ باب اس قدر عظیم المرتبت ہے کہ بقول Josef Mouralee) یہ خبریں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اندلس ہی کے مسلمان تھے جنھوں نے اس نئی تہذیب و مدنیت کی بنیاد رکھی (۱۵) ،، ۔

عہد ملوک الطوائف کے چند مشہور حکمران

ابن جہور : ـ ابو الحزم ، جہور بن محمد بن جہور والی قرطبہ ، اول محرم ۳٦۴ھ میں پیدا ھوا اور جمعرات ۲۳ محرم ۴۳۵ھ کو وفات پائی ، نماز جنازہ اس کے بیٹے ابو الولید مخمد نے پڑھائی ـ

ابوالحزم میں بہت سی خوبیاں تھیں ـ وہ بنفس نفیس رعایا کے جنازوں میں شرکت کرتا ، مریضوں کی تیمار داری کے لئے جاتا ـ علماء و ادباء کی مجلسوں میں بیٹھتا ـ وہ خود بھی بہت بڑا عالم تھا ـ اس نے ابوبکر عباس بن همزانی ، ابو محمد الاصیلی ، قاضی ابو عبداللہ بن مفرخ ، ابو القاسم خلف بن قاسم اورابو یحییٰ زکریا بن الاشبح وغیرھم سے علم کی تحصیل کی ـ اس سے ابو عبداللہ محمد بن عتاب الفقیہہ نے روایت لی اور کہا :

,,حدثنا ثقة من الشیوخ الاکابر یعنی ابوالحزم ھذا ,, (١٦)ـ

وہ بڑا مدبر اور زبردست منتظم تھا ، لوگ اس کے عہد حکومت میں بڑے آرام اور سکون کی زندگی بسر کرتے تھے ـ جو چاھتا بلا جھجک اپنی حاجت لیکر اس کے پاس جا سکتا تھا ـ ,,کان مخلصا رشیدا الیه یرجع الفضل فی استتباب الأمن ورفع المظالم ,, ـ ابن جہور دراصل بنو امیہ کے خلاف ایام فتنہ میں قرطبہ کی ایک جماعت کا سردار تھا ـ جب لشکر نے آخری اموی خلیفہ کو تخت سے اتارا تو وہ اندلس کے ایک حصے پر قابض ھو گیا ـ ۴۲۲ ھ میں والی بنا ، وہ اھل علم کا پیرو،کار تھا ,, (١٧)ـ

ابو الحزم ایک شریف اور معزز گھرانے کا فرد تھا ـ اس کے آباء و اجداد دولت حکمیہ اور دولت عامریہ کے وزراء رہ چکے تھے ـ شروع شروع میں اس نے اپنے لئے محض امیر کا لقب اختیار کیا ـ اور سلطنت کے کاموں میں دلجمعی سے مشغول رھا ـ یہاں تک کہ عوام کے دلوں میں اسکی محبت جانگزیں ھو گئی اور اسکی امارت پر سب نے

اتفاق کر لیا ۔ اس نے بڑی شان و شوکت سے انتظام مملکت کو سنبھالے رکھا ، لوگ فارغ البال ہو گئے اور قرطبہ امن و سلامتی کا گھر بن گیا ۔ اس نے ۱۴ سال اور کچھ مہینے ,,امارت ،، کے فرائض سر انجام دیئے ۔ (۱۸)

ابن جہور ابو الحزم کو شعرگوئی سے بھی رغبت تھی ۔ ابن خاقان نے مطمح الانفس میں لکھا ہے :

وکان لابی الحزم ادب و وقار و حلم سارت بها الامثال واثبت من شعره ما هو لائق .... و وقف علی قصور الامويين فقال :

قلت يوما لدار قوم ، تفانوا

اين سکانک العزاز علينا

فاجابت : هنا أقاموا قليلا

ثم ساروا ولست اعلم اينا (۱۹)

ابو الحزم کے بعد اس کا بیٹا ابو الولید محمد والی ہوا ۔ امور سلطنت اور انتظام دولت میں وہ بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چلا اور وہی عمدہ طور طریقے اختیار کئے ۔ اس نے باپ کے تمام اچھے قوانین و احکام کو برقرار رکھا ۔ اس نے شوال ۴۴۳ ھ میں دارفانی سے انتقال کیا ۔

ابو الولید کے بعد اس کا لڑکا عبدالملک حاکم قرطبہ بنا ۔ وہ پسندیدہ سیرت اور اعلی کردار و اخلاق کا مالک نہیں تھا ۔ اہل قرطبہ نے اسے تخت سے محروم کر دیا اور اس کے بعد المعتمد بن عباد نے قرطبہ پر قبضہ کر لیا ۔

المعتضد و المعتمد :۔

بنو جہور کی حکومت کے خاتمہ پر اہل اشبیلیہ نے ابو القاسم محمد بن اسماعیل بن عباد اللخمی کو جو وہاں کا قاضی تھا اپنا امیر

منتخب کیا۔ ابو القاسم ، نعمان بن منذر ملک حیرہ کی اولاد سے تھا۔ وہ بہت عقلمند ، وسیع الصدر ، غالی همت، حسن تدبر کا مالک اور بڑا مصلحت اندیش تھا ۔ ابو القاسم کے دو لڑکے تھے ۔ ابو الولید اور عباد جسکی کنیت ابو عمرو تھی ۔ اس کی وفات کے بعد اس کا لڑکا ابو عمرو عباد، المعتضد باللہ کے لقب سے سریر آرا سلطنت ھوا ۔ ملوک الطوائف میں اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے :۔

اما المعتضد ... قد أخذ بطرف مناسب من الثقافة والتعليم الحسن .... شاعر مجيد وكان محبا للادب ، شغوفاً بالفنون ۔ وهو ذلک الرجل المثقف المهذب و الانسان الرقيق و الملک عظيم الشأن و كان يمتاز من الذوق ولطف الاحساس وقوة التمييز(۲۰) ۔

المعتضد کے بعد المعتمد اس کا لڑکا والی ھوا ۔ اس کا نام ابو القاسم محمد تھا ۔ معتمد وهی حکمران ہے جس نے بنو جہور پر غلبہ پایا اور قرطبہ پر قابض ھوا ۔ یہاں تک کہ امیر یوسف بن تاشفین کا ورود اندلس ھوا ۔ اس نے سارے ملک کو اپنے زیر تسلط کر لیا ۔ اور المعتمد کو مراکش کے ایک گاؤں اغمات میں بھیج دیا ۔ یہ واقعہ سن ۴۸۸ ھ کا ہے۔ اسی مقام پر اس نے بڑی غربت اور کس مپرسی کی حالت میں داعئ اجل کو لبّیک کہا ۔ (۲۱)

المعتضد اور المعتمد دونوں ملوک الطوائف میں سب سے زیادہ وسیع علاقے اور بڑی سلطنت کے مالک تھے ، دونوں کا دبدبہ اور جاہ و حشمت بھی سب سے بڑھ کر تھی ۔ یہ دونوں باپ بیٹا ، ان کی اولاد اور آباء و اجداد تقریباً سبھی اھل علم و فضل تھے اور ان کا شمار اچھے شعراء میں ھوتا تھا ۔ ملوک الطوائف (مصنفہ ڈوزی) جسے کامل الکیلانی نے عربی میں ترجمہ کیا ہے، میں معتضد اور معتمد کے بہت سے اشعار نقل کئے ھیں ۔ اس کتاب میں عهد بنی عباد کے

سیاسی حالات و واقعات بھی شرح وبسط کے ساتھ بیان کئے گئے ھیں ۔ ابن خلدون نے بھی اپنی تاریخ میں بنو عباد کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔

المعتمد بن المعتضد ۱۰۴۰ء میں پیدا ھوا ۔ ابھی بارہ سال کی عمر تھی کہ باپ نے اسے مختلف صوبوں کی حکومت تفویض کی ۔ وہ اصحاب علم و ادب کا مربیّ اور خود بھی عمدہ شعر گو تھا ۔ ملوک الطوائف میں اس کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے :۔

,,كان المعتمد و وزيره مفتونين بالشعر ، فاصبح قصر اشبيلية ملتقى الشعراء والفحول ، فقد كان الخليفة نقادا بارع الملاحظة دقيق الحس خصب الشاعـرية وكان يتـذوق الاسلـوب تذوق الشاعر الصادق الشعور ، وكان رايهٔ فيصلا فى الحـكم علـى الشعراء ۔ فاذا ظفر الخليفة بشاعر موهوب اقبل عليه وأدناه من مجلسه و أغرقه بكرمه اغراقا ،، (۲۲)۔

ابن عمار :۔

الوزیر ابوبکر محمد بن عمار ۔ اصل میں شبنوس ، جو شلب کے علاقے میں ایک گاؤں ہے کا رھنے والا تھا ۔ اس کے آباء و اجداد یہیں قیام پذیر تھے ۔ وہ ایک غریب گھرانے کا معمولی سا فرد تھا ۔ اس کے اسلاف میں سے کوئی بھی سرکاری ملازمت حاصل نہ کر سکا ۔ انھیں دربار میں کوئی رسائی نہ تھی ۔ ابن عمار ابھی بچہ ھی تھا کہ شلب کے شہر میں آیا ۔ یہیں بڑھا اور جـوان ھـوا ۔ اس نے ابو الحجاج یوسف بن عیسی الاعلم وغیرہ سے علم و ادب حاصل کیا ۔

اس کے بعد وہ قرطبہ میں چلا آیا ۔ یہاں علم و فن اور شاعری میں خوب مہارت پیدا کی اور اسی ذریعے سے قوت لایموت حاصل کرتا رھا ۔ وہ امراء و رؤسا کی مدح سرائی کرتا پھرتا تھا اور اس مقصد کی خاطر اس نے اندلس کا کونا کونا چھان مارا ۔

بالآخر اس کے دن پھرے اور قسمت نے یاوری کی ۔ اور ترقی حاصل کی حتی کہ اشبیلیہ کے المعتمد علی اللہ سے اس کی شناسائی ہو گئی ۔ المعتمد ان دنوں عالم شاہزادگی میں تھا ۔ ابن عمار اس کی خدمت میں منہمک رہا اور اس کے خاص مصاحبین میں شمار ہونے لگا ۔ معتمد اس پر بڑا مہربان تھا اور اسے اپنے قریب ترین احباب میں سے سمجھتا تھا ۔ لیکن ایک ناگہانی حادثے نے ابن عمار کی زندگی کو تلف کر دیا اور آخرکار ۴۷۹ھ میں اسے قتل کرا دیا گیا ۔ ابن عمار کا شمار اندلس کے معروف شعراء میں ہوتا ہے ، المعجب میں اس کا ذکر ان خوبصورت الفاظ میں ملتا ہے : ۔

> الوزیر ابوبکر محمد بن عمار ذوالنفس العصامیة ۔ کان احد الشعراء المجیدین علی طریقة ابی القاسم محمد بن هانی الاندلسی و ربما کان احلی منه فی کثیر من شعره ۔ ولشعره دیوان یدور بین ایدی اهل الاندلس ... وربما تغالی بعضهم فشبهه بأبی الطیب ۔

ابن عمار کے مشہور قصائد میں سے ایک وہ ہے جو اس نے اس موقع پر لکھا جب کہ المعتضد نے اسے المعتمد سے جدا کر دیا تھا ۔ محی الدین المراکشی نے ابن عمار کے حالات بڑی تفصیل سے بیان کئے ہیں ۔ (۲۳)

ابن خلکان نے الوزیر ابن عمار اور الوزیر ابن زیدون کے بارے میں تحریر کیا ہے :

> هو و ابن زیدون فرسا رهان ورضیعا لبان فی التصرف فی فنون البیان ۔ وهما کانا شاعِرَیْ ذلک الزمان (۲۳)۔

عہد ملوک الطوائف (گیارھویں صدی عیسوی کے اندلس) کا زعیم الشعراء ابو الولید احمد بن عبداللہ بن احمد بن غالب ــ ابن زیدون تھا ۔ جس کا تعلق عرب کے قدیم قریشی خانوادے بنو مخزوم

سے تھا ۔ وہ ایک ماہر فن ادیب ، صاحب طرز شاعر اور ایک معروف و مقبول سیاسی شخصیت کا مالک تھا جسے ,,ذوالوزارتین کے لقب سے نوازا گیا ۔ اسکے کلام میں محاکات و تخیّل اور شعریت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے ، اس کے تصورات کی دنیا بڑی حسین اور رنگین ہے ، اس کے اشعار گنگنا کر حرارتِ عشق اور رعنائی خیال میں کچھ اضافہ سا محسوس ہونے لگتا ہے ، اور اس کا حسن تغزّل دل کی دھڑکنوں کو تیز کر دیتا ہے۔ وہ اپنے عہد کا سب سے بڑا شاعر اور بلند مرتبہ ادیب تھا ، ادبیات عرب میں وہ ایک بلند و بالا مقام پر فائز نظر آتا ہے، اسے تاریخ ادب میں ,,بحتری الغرب ،، کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ، اسکی شاعری کا بہت سا حصہ ولادة بنت المستکفی باللہ کی حسین و جمیل شخصیت کے گرد گھومتا ہے جو خود بھی قادر الکلام شاعرہ تھی ۔ ابن زیدون کے بارے میں تفصیلاً گفتگو کسی اور موقعہ پر ,,فکرونظر،، میں پیش کی جائے گی ۔ فی الحال اس کے کچھ خوبصورت اشعار سے لطف اندوز ہو لیجئے : ۔

سلام علی القرطبة

علی الثَغَب الشُهدِ منی تحیة
زکتْ ، وعلی وادی العقیق سلام
ولا زال نور فی الرُصافة ضاحک
بارجائها ، یبکی علیه غمام
معاهد لهو ،لم تزل فی ظلالها
تُدار علینا ، فی المجون ، مدام
تذکرتُ ایامی بها فتبادرت
دموعٌ کما خان الفرید نظام

قرطبة الغراء

سقى الله اطلال الاحبة بالحمى
وحاك عليها ثوبَ وَشيٍ منمنما
واطلع فيها للازاهير انجما
فكم رفلت فيها الخرائد كالدُمى
اِذِ العيشُ غض والزمان غلام
فَقُل لزمانٍ قد تولى نعيمه
ورثّت على مر الليالى رسومه
وكم رقّ فيه بالعشىّ نسيمه
ولاحتْ لسارى الليل فيه نجومه
عليك من الصب المشوق سلام

ياليتَ مَالكَ عندِى
مِن الهوى لِىَ عندك
فطال لَيلُك بعدى
كَطولِ لَيْلِىَ بعدك
سَلْنِى حياتى اَهَبْها
فلستُ املك رَدّك
الدهر عبدِى لمّا
اَصبحتُ فى الحبّ عبدك

انتِ معنى الضِنى وسرّ الدموع
وسبيلُ الهوى وقصد الوُلُوع
انتِ والشمُس ضَرّتانِ ولكن
لِك عند الغروب فضلُ الطلوع

حواشی و حوالہ جات

۱ ـ ہسٹری آف دی عربز ، ص ۵۳۷ ـ

۲ ـ الادب الاندلسی ، ص ۵۵ ـ

۳ ـ الادب العربی و تاریخہ ، ص ۲۸ ـ

۴ ـ الادب الاندلسی ، ص ۵٦ ـ

۵ ـ تاریخ اسلام ، ص ۳۷۸ ـ

٦ ـ الادب الاندلسی ، ص ٦۱ ـ

۷ ـ الادب الاندلسی ، ص ٦۲

۸ ـ نظرات فی تاریخ الادب الاندلسی ، ص ۲۳۵

۹ ـ قوافل العروبۃ و مواکبہا ، ص ۱۱۳ ـ

۱۰ ـ الادب الاندلسی ، ص ٦۴ ـ

۱۱ ـ الادب الاندلسی ، ص ٦۴ ـ ٦۵ ـ

۱۲ ـ الادب الاندلسی ، ص ٦٦ ـ ٦۷ و بعد ـ

۱۳ ـ الادب الاندلسی ، ص ۹٦ ـ ۹۷

۱۴ ـ الادب الاندلسی ، ص ۵۷ ـ

۱۵ ـ الادب الاندلسی ، ص ۹۱ ـ

۱٦ ـ کتاب الصلۃ ، ص ۱۳۲ ـ

۱۷ ـ ملوک الطوائف ، ص ۱۰ ، ۱۱ ـ

۱۸ ـ کتاب المعجب ، ص ۳۲ ـ ۳۳ ـ

۱۹ ـ المطمح ، ص ۱۴ ، ۱۵ ـ

۲۰ ـ ملوک الطوائف ، ص ۱۰۱ ـ

۲۱ ـ ملوک الطوائف ، ص ۲۴ (حاشیہ) ـ

۲۲ ـ ملوک الطوائف ، ص ۲۱۳ ـ

۲۳ ـ المعجب فی تلخیص اخبار المغرب ، ص ۷٦ ـ ۹۰ ـ

۲۴ ـ وفیات الاعیان جزء ثانی ، ص ۳٦۹ ـ

★★★

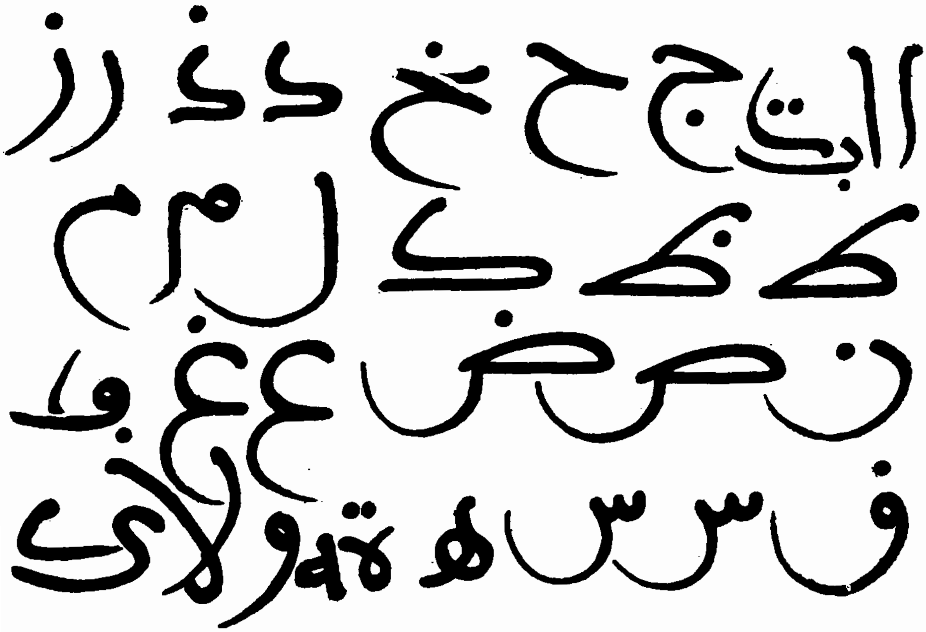

نموذج حروف الالفباء المغربية المفردة على الترتيب المغربي

مستخلصة من المخطوطات ، والمصاحف الاندلسية والمغربية القيروانية والوهرانية والفاسية والقسطنطينية والتونسية .

« بخط المؤلف عن المخطوطات والمصاحف » .

اُندلس میں تذکرہ نگاری

طفیل ہاشمی

اندلس میں مسلمانوں نے اپنے دور اقتدار (۷۱۰ - ۱۴۹۲ء) میں جن علمی موضوعات پر خصوصی توجہ دی ان میں تذکرہ نگاری کا فن سر فہرست ہے۔ تراجم علماء ، معاجم اعلام اور فہارس کتب پر بکثرت کتابیں تصنیف کی گئیں ۔ اس نوع کی تالیفات کی کثرت اور شیوع سے اندازہ ہوتا ہے کہ اندلس میں شرح تعلیم کتنی بلند اور علمی معیار کس قدر اونچا تھا کہ ایک ایک فرع علم کے مشاہیر علماء و فضلاء کے معاجم تیار کئے گئے ۔ اور یہ معاجم ایسے تاریخی معلومات سے لبریز تھے جن کی ضرورت آج تک روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔

اندلس میں مختلف اصناف کے معاجم مدون کئے گئے مثلاً :

۱ ۔ معاجم خـــاصـه : جو کسی ایک فرع علم یا شعبۂ حیات سے تعلق رکھنے والے اعلام کے تراجم پر مشتمل تھے پہلے پہل اسی نوع کی کتب منصۂ شہود پر آئیں جن میں ابو عبداللہ محمـد بن الحارث الخشنی کی تاریخ قضاۃ قرطبہ اور ابن عبدالبر کی معجم اعلام الفقہاء کو بہت اہمیت حاصل ہوئی ۔ ان کے علاوہ زہاد ، صوفیاء ، کتّاب ، محدثین اور فقہاء وغیرہ کے الگ الگ تراجم مرتب کئے گئے۔ نیز بعض خاص علاقوں میں پیدا ہونے والے علماء کے الگ الگ تذکرے مدون کئے گئے۔

۲ ـ تراجـــم عامه : جو عــلـم کی ہر شـــاخ میں تخصص رکھنے والے علماء کے تراجم پر مشتمل تھے ـ اس نوع میں ابو الولید عبداللہ بن محمد ابن الفرضی ، ابو محمد عبداللہ بن ابراہیم الحجاری، ابو القاسم خلف بن عبدالملک ابن بشکوال ، ابو جعفر احمد بن یحییٰ الضبی ، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ ابن الابار اور ابراہیم بن علی ابن فرحون کی تصانیف نمائندہ حیثیت کی حامل ہیں ـ

۳ ـ فہـــارس کتب : فہارس کتب میں فہرسہ ابن خیر قابل ذکر کتاب مرتب کی گئی ـ

ابو عبداللہ الخشنی

تراجم خاصہ کے معاجم کے مؤلفین میں اہم ترین شخصیت ابو عبداللہ محمد بن الحارث بن اسد الخشنی القیروانی کی ہے ـ اس نے قیروان میں علوم شرعیہ کی تعلیم حاصل کی ـ ۳۱۱ ھ/۹۲۳ء میں اس نے اندلس کا رُخ کیا اور وہاں قاسم بن اصبغ اور محمـد بن عبدالملک بن ایمن سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور اس میں اتنی مہارت بہم پہنچائی کہ ابن الفرضی لکھتا ہے :

كان حافظا للفقه ، عالما بالفتيا ، حسن القياس (۱)ـ

تعلیم کی تکمـیل کے بعد خلیفہ الحکم ثانی (۹٦۱ ـ ۹۷٦ء) کی خدمت میں آیا جس نے اسے بجانہ میں والئی مواریث مقرر کر دیا ـ الخشنی نے خلیفہ کے لئے فقہاء اور محدثین کے حالات پر متعـدد کتابیں لکھیں لیکن اس کی شہرت کا باعث ,,تاریخ قضاۃ قرطبہ،، بنی جس میں اس نے فتح اسلامی (۹۱ ھـ/ ۷۱۰ء) سے لے کر ۳۵۷ھـ/ ۹٦۸ء تـک قضـــاۃ کے احوال بیان کئے (۲)ـ الحکم ثانی کی وفات کے بعد الخشنی کی معاشی حالت بہتر نہ رہی چنانچہ ضروریات زندگی کے حصول کے لئے عطر فروشی کے کاروبار پر مجبور ہو ا اور بالآخر صفر ۳٦۱ ھـ/ اگست ۹۷۱ء میں قرطبہ میں فوت ہوا ـ (۳)

الخشنی کی مذکورہ کتاب سے جو اس نے غالباً الحکم ثانی کے اشارہ پر لکھی ہو گی فتح اسلامی سے لے کر الحکم ثانی کے دور تک کی اندلس کی معاشرتی اور اجتماعی زندگی کے بارے میں اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں ۔ اس کے مآخذ میں ایک تو وہ سرکاری دستاویزات تھیں جو دیوان الخلافہ میں محفوظ تھیں ۔ دوسرے قضاۃ کے رجسٹر اور بعض افراد کی ذاتی یاداشتیں تھیں ۔ ان کے علاوہ اس نے متعدد کتب سے بھی استفادہ کیا ہے جن کی طرف اس نے کئی مقامات پر مبہم اشارات کئے ہیں ۔ نیز ان حکایات و روایات سے جو اہل قرطبہ کے مختلف طبقات میں نقل ہوتی آ رہی تھیں مثلاً قصر خلافت اور امراء و روساء کے گھروں میں اور علماء فقہا اور ادباء کے حلقہ ہائے درس و تدریس میں اور مجالس ، محفلوں اور شاہراہوں پر بیان کرنے والے قصہ گو افراد سے ، سیاسی اور اجتماعی نظام سے برگشتہ لوگوں سے، علماء دین اور متقی اشخاص پر تنقید کرنے والوں سے اور مقامی زبان کے واقعات کے عربی تراجم سے اس نے اپنی کتاب کے لئے مواد حاصل کیا اور اپنی طرف سے اس میں بہت کم اضافہ کیا۔

خولیان ریبرا کے مطابق الخشنی نے اپنی کتاب میں دقت نظر اور نقد اخبار کا زیادہ اہتمام نہیں کیا ۔ بلکہ بعض موضوع روایات بھی قبول کر لیں جس کی ایک مثال قرطبہ کے پہلے تین قضاۃ کا تذکرہ ہے[۴] لیکن یہ بات کتاب کے پہلے حصہ پر زیادہ صادق آتی ہے کیونکہ اس حصہ میں اس نے عصور اولی کے واقعات و حوادث بیان کئے ہیں جن کی صحت پرکھنے کے لئے اس کے پاس کوئی کسوٹی نہیں تھی نتیجۃً اس نے مالکی علماء اور مذاہب منحرفہ کے حاملین دونوں سے برابر روایات قبول کر لیں ۔ چونکہ وہ اجنبی تھا اس لئے اس نے بعض ایسی روایات بھی بسہولت قبول کر لیں جو منحرفین نے سیاسی

اغراض کے لئے وضع کی تھیں اور اندلس کے دیگر تذکرہ نگاروں نے انہیں قبول نہیں کیا ۔

الخشنی نے تذکرہ نگاری کو اس کا فطری مقام دیا اور کسی موقعہ پر بھی خوارق ، غیر طبعی عوامل ، دینی نزاعات اور سیاسی و قومی تعصبات کی دراندازی گوارا نہیں کی ۔ الحکم ثانی کا احترام اسے ان امور کے ذکر سے باز نہیں رکھ سکا جو اموی خاندان کے لئے موجب عار تھے ۔ کتاب ادبی اسلوب کی حامل نہیں ہے البتہ اسباب و وقوع حوادث کے اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے ۔ الخشنی کی کتاب ہمیں عصر امارت کے قرطبہ کے دل میں پہنچا دیتی ہے جہاں واقعات اپنے حقیقی قالب میں رونما ہوتے ہیں ۔ عام واقعات کا بیان اور عدم تکلف کا انداز اس دور کے اندلس کے مظاہر اجتماعی کی عکاسی کرتا ہے ۔ یہ اس کتاب کا ایسا پہلو ہے جس کی طرف کسی دوسری کتاب میں توجہ نہیں دی گئی ۔

الخشنی نے اس کتاب میں اندلس میں نظام قضاء پر تفصیلاً روشنی ڈالی ہے ۔ قضاۃ کی صفات عقلیہ و خلقیہ ان کی قومیتوں (عرب، مولدین ، بربر) ، ان کے مشاہروں ، فیصلہ کرنے کے طریق کار اور منصب قضاء کی اہمیت و وقعت اور ان امور کا دوسرے بلاد اسلامی کے قضاۃ کے ساتھ تقابلی جائزہ پیش کیا (۵) ۔

ابن عبدالبر

اندلس میں لکھے جانے والے قدیم ترین تراجم میں ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبدالبر النمری مولی بنی امیہ (۳۶۸ ۔ ۴۶۳/ ۹۷۸ ۔ ۱۰۷۰ء) کی تالیفات ہیں اس نے فقہاء قرطبہ پر ایک کتاب لکھی جو الضبی کا ماخذ ہے (۶) ۔ ابن عبدالبر نام کا ایک اور مصنف گزرا ہے لیکن اس کی نسبت کشکینانی ہے (۷) ۔ یہ ۳۴۱ ھ/ ۹۵۲ء

میں فوت ہوا ۔ اس نے ,,الفقہاء والقضاۃ لقرطبہ و الاندلس ،، کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی ۔

ابن الفرضی

کتب تراجم کے حقیقی نمونے بعد کے مصنفین کے ہاں ملتے ہیں جنھوں نے اس صنف کو اپنی بہترین صلاحیتوں کا ہدف بنایا ۔ ان میں سے ابو الولید عبداللہ بن محمد بن یوسف بن نصر الازدی ابن الفرضی (۳۵۱ ۔ ۴۰۳ ھ/۹۶۲ ۔ ۱۰۱۲ ء) قرطبہ کا رہنے والا تھا ۔ فقیہ ، محدث اور خطیب تھا ۔ اس نے کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کیا تھا ۔ اس نے حج بیت اللہ کے دوران خانہ کعبہ کا پردہ تھام کر شہادۃ فی سبیل اللہ کی دعا مانگی جو قبول ہوئی اور وہ بربر کے ہاتھوں > شوال ۴۰۳ ھ/ ۱۰۱۲ء کو قرطبہ میں اس وقت شہید ہو گیا جب کہ بربر اس کے گھر میں زبردستی گھس گئے اور تمام گھر والوں کو بے رحمی سے قتل کر کے سب کچھ لوٹ لیا ۔ تین روز بعد ابن الفرضی کی متعفن لاش بغیر غسل ، کفن اور نماز جنازہ کے ایک ویران قبرستان میں سپرد خاک کر دی گئی (۸) ۔

ابن الفرضی شاعر بھی تھا اور اس کے اشعار کا خصوصی موضوع زھد و قناعت اور دینی رحجانات تھے (۹) ۔ اس نے اخبار شعراء الاندلس کے نام سے اندلس کے شعراء کے حالات پر ایک کتاب مرتب کی تھی (۱۰) لیکن اس کی شہرت کی اصل وجہ اس کی معجم اعلام ہے جو تاریخ العلماء و الرواۃ للعلم بالاندلس کے نام سے مشہور ہے (۱۱) ۔

معاجم رجال عامہ میں یہ قدیم ترین کتاب ہے جو ہمارے پاس موجود ہے ۔ اس کتاب کی تدوین میں مصنف نے انتہائی دقت و صحت کا التزام کیا ہے ۔ وہ خود لکھتا ہے کہ میں نے کئی کتب تاریخ کی

مراجعت کی اور مختلف لوگوں کی قبور کی نشان دھی کرے بعد جب مجھے یقین ھو گیا تو میں نے اپنی مصدقه معلومات اس کتاب میں درج کی ھیں ۔ کئی ایک مقامات پر اس نے صراحت کی ہے که اسے قابل اطمینان معلومات حاصل نہیں ھو سکیں ۔

ابن الفرضی کے ایک شاگرد ابوبکر محمد بن احمد بن محمد بن مہلّب (م ۴۵۰ ھ/ ۱۰۵۸ء) نے ابن الفرضی کی تاریخ کا ذیل تحریر کیا جس کا نام تعلیق علی تاریخ ابن الفرضی و استلحاق » رکھا (۱۲)۔ اور رشید الدین محمد بن ابراھیم الوطواط (م ۷۱۸ ھ/ ۱۳۱۸ء) نے ابن الفرضی کی تاریخ شعراء الاندلس کا تکملہ ,,دررالغرر فی شعراء الاندلس » کے نام سے لکھا (۱۳)۔

اس انداز کے معاجم رجال میں ایک اور کتاب ابو عامر محمد بن یحیی بن محمد خلیفه ابن نیق الشاطبی (۴۵۲ ۔ ۵۲۷ ھ/ ۱۰۸۹ ۔ ۱۱۳۲) کی تصنیف کتاب فی ملوک الاندلس والاعیان والشعراء بہا ہے (۱۴)

ابن ابار تکملہ میں لکھتا ہے که :

ابو عامر نے عربی زبان وادب اور عروض کی طرف زیادہ توجه دی اور شعر اور نثر نگاری میں بلاغت کی انتہا کو پہنچا ھوا تھا ۔ ابو العلاء ابن زھر کے پاس گیا اور مدت تک اس کے پاس رہ کر طب کی تعلیم حاصل کی (۱۵)۔

الحجاری

ابو محمد عبد الله بن ابراھیم بن وزمر الحجاری الصنہاجی (۴۹۹۔۵۴۹ ھ/ ۱۱۰۶ ۔ ۱۱۵۵ء) وادی الحجاره میں پیدا ھوا اور وھیں پروان چڑھا ۔ جب وادی الحجارۃ پر الفونسو سادس کا قبضه ھو گیا تو وھاں سے شلب چلا گیا پھر وھاں سے قلعه یحصب گیا اور اس

کے والی عبدالملک بن سعید کے پاس ٹھہرا رہا پھر وہاں سے ابن ہود کے پاس جانے کے لئے روطہ روانہ ہوا اور وہاں امیر احمد بن عماد الدولۃ بن ہود کے زیر سایہ خاصا عرصہ رہا (١٦)۔

الحجاری نے ان امراء کی شان میں بےشمار مدحیہ قصائد بھی کہے جن کے سایہ عاطفت میں وہ رہتا رہا لیکن اس نے تاریخ میں چھ جلدوں میں ایک کتاب ,,المسہب فی غرائب المغرب ،، لکھی جس میں اہل مغرب و اندلس کے فضائل اور فتح اسلامی سے لے کر ۵۲۹ / ۱۱۳۵ء تک کے علماء و فضلا کے تراجم بمع نمونۂ کلام اور تاریخی و جغرافیائی معلومات مرتب کئے۔ بنو سعید نے اسی کتاب کو آخری شکل دے کر ,,المغرب فی حلی المغرب ،، کا نام دیا اور المقری نے نفح الطیب کی تالیف میں اس سے بھرپور استفادہ کیا (١٧)۔

ابن بشکوال

ابن بشکوال ابو القاسم خلف بن عبدالملک بن مسعود (۴۹۴ ـ ۵۷۸ / ۱۱۰۰ ـ ۱۱۸۲ء) قرطبہ میں پیدا ہوا۔ اس نے بڑے بڑے شیوخ اور اساتذہ سے استفادہ کیا جن میں ابن رشد بھی شامل ہے۔ اور مختلف اساتذہ سے چار سو سے زائد چھوٹی بڑی کتابیں روایت کیں۔ اس نے اپنے آپ کو تعلیم و تدریس کے لئے وقف کر دیا تھا۔

ابن بشکوال نے مختلف علوم میں تقریباً پچاس کتابیں تصنیف کیں جن میں اہم ترین کتاب ,,الصلۃ ،، ہے جو ابن الفرضی کی تاریخ علماء الاندلس کا تکملہ ہے۔ ابن بشکوال نے اس میں اندلس کے ائمہ محدثین ، فقہاء اور ادباء کے حالات قلم بند کئے۔ (١٨)

ابن ابار اس کے بارے میں لکھتا ہے :

,,معاجم تراجم میں وہ ذروۂ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ اس فن میں کوئی اس کا شریک و سہیم نہ تھا سب اس کی سبقت اور برتری کو

تسلیم کرتے تھے اور اس سے استفادہ کرتے تھے حتی کہ ابن بشکوال کے استاذ ابوالعباس الحریف الزاھد نے بھی اس سے استفادہ کیا اس کی کتاب انتہائی مفید اور بلند قیمت ہے جس کے استعمال کے بغیر اہل علم کو کوئی چارۂ کار نہیں ہے (۱۹)۔

ابن بشکوال نے کتاب الصلة کی تدوین میں ابوبکر حسن بن مفرج بن حماد بن الحسین المعافری (۳۴۸ ـ ۴۳۰ ھـ/ ۹۵۹ ـ ۱۰۳۸ھـ) کی تاریخ اندلس پر اعتماد کیا اور المعافری نے ایک دوسرے مصنف ابن عفیف ابوعمر احمد بن محمد (۳۴۸ ـ ۴۲۰ھـ/۹۵۹ ـ ۱۰۲۸) کی کتاب الاحتفال فی تاریخ اعلام الرجال فی اخبار الخلفاء والقضاة والفقہاء سے مواد لیا ـ ابن بشکوال کے مصادر میں ابو عمر بن مہدی (م ۴۳۲ ھـ / ۱۰۴۰ء) کی معجم الرجال اور ابن زروقه ابو عبداللہ محمد بن ابراھیم (م ۴۳۵/ ۱۰۴۳ء کی دو کتابیں جو ادب و تاریخ سے متعلق تھیں اور ابن عابد ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ (م ۴۳۹ / ۱۰۴۷ء) کی ایک کتاب شامل ہے۔

اس کے علاوہ ابن بشکوال نے ابن خزرج الفقیهه ابو محمد عبداللہ بن اسماعیل بن محمد (م ۴۷۸ ھـ/ ۱۰۸۵ء) کی تاریخ فقہا طلیطله اور ابن مُدیر (م ۴۹۵ ھـ/۱۱۰۱ء) کی کتاب التاریخ اور ابو طالب عبدالجبار بن عبداللہ بن احمد بن اصبغ المروانی (م ۱۱۲۲/۵۱٦) کی عیون الامامة و نواظرالسیاسة سے استفادہ کیا ـ

ابن بشکوال کی کتاب الصلة سے جو افراد رہ گئے تھے ان کے تذکرہ کے لئے کئی دیگر مؤلفین نے ابن بشکوال کے انداز پر کتاب الصلة کے تکملے لکھے ـ ان میں سے ابوبکر محمد بن عبداللہ سفیان بن سید اله التجیبی (م ۵۵۸ / ۱۱٦۲ء) نے مجموع فی رجال الاندلس اور یوسف بن ابی عبداللہ بن عبداللہ بن سعید بن ابی زید اللّری جو

ابو عمر بن عیاد کے نام سے مشہور تھا طبقات الفقہا ء لکھیں ۔ ابن الزبیر نے ابن بشکوال کی کتاب الصلة کا ذیل ,,صلة الصلة " کے نام سے لکھا (۲۰) اور ابو القاسم بن حبیش عبدالرحمان بن محمد بن عبداللہ الانصاری (م ۵۸۴ / ۱۱۸۸ء جو الضبی کا استاذ تھا تتمه لکھا (۲۱)۔

الضبی

ابو جعفر احمد بن یحیی بن احمد بن عامرہ (م ۵۹۹ ھ/ ۱۲۰۲ء) بلش میں پیدا ھوا ۔ لورقه میں تعلیم حاصل کی اور اندلس و افریقه کے مختلف علاقوں کی سیاحت کے بعد طویل مدت تک مرسیه میں رھا ۔ سرعت کتابت میں امتیاز رکھتا تھا حتی که اس نے مؤطا امام مالک ایسی ضخیم کتاب آٹھ روز میں لکھ ڈالی اس نے بغیة الملتمس فی تاریخ رجال الاندلس (۲۲) کے نام سے ابو عبداللہ محمد بن فتوح الازدی الحمیدی (م ۴۸۸ھ/ ۱۰۹۵ء) کی جذوة المقتبس (۲۳)

کا تکمله لکھا ۔ الحمیدی کی اغلاط کی تصحیح کی ۔ الحمیدی نے جذوة المقتبس میں ۴۴۹ / ۱۰۵۸ء تک وفات پانے والے افراد کے تراجم لکھے لیکن اس میں بہت اغلاط تھیں ۔ الضبی نے اپنی کتاب میں ۵۹۱ ھ/ ۱۱۹۵ء) تک کے افراد کے تراجم لکھے اور ایجاز و اختصار کو ملحوظ رکھا ۔ ان افراد کا بھی ذکر کیا جو مشرق سے آ کر اندلس میں آباد ھوئے ۔ الضبی کی معلومات کئی مقامات پر ابن بشکوال سے مطابقت رکھتی ھیں جس سے اندازہ ھوتا ہے که اس کے مصادر تاریخی بھی قابل اعتماد ھیں ۔ الضبی نے اپنی کتاب کے شروع میں اندلس کی مختصر تاریخ بیان کی جس میں قاضی محمد بن علی بن حمدین اور المستنصربن ھود کے حوالے سے جو بیانات درج کئے ھیں وہ بہت اھم ھیں ۔

ابن ابار

ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن ابی بکر القضاعی (۵۹۴ـ۶۳۵ھ/ ۱۱۹۸ء ـ ۱۲۳۸ء) غالباً اندلس کا سب سے بڑا معجمی تذکرہ نگار ہے ـ ابن ابآر نے ابن بشکوال کی کتاب الصلة کا ,,ذیل کتاب التکملہ لکتاب الصلة ،، (۲۴) کے نام سے لکھا ـ ابن ابآر اپنی کتاب کے بارے میں خود لکھتا ہے :

,,ابن بشکوال کی کتاب میں بہت کم اغلاط تھیں جن پر میں نے اپنی اس کتاب میں متنبہ کر دیا ہے اور جو چیز اس سے رہ گئی یا بھول گیا میں نے اس کا اندراج کر دیا ہے اور جو باتیں میرے نزدیک راجح تھیں ان کو بیان کر دیا ہے لیکن میں نے تمام اصحاب تراجم کا جو ابن بشکوال نے ذکر کئے ہیں استقصاء نہیں کیا ـ جیسا کہ اس نے ابن الفرضی کے ذکر کردہ تمام افراد کا تذکرہ نہیں کیا (۲۵) ـ ،،

اس کی دوسری اہم تالیف ,,الحلة السیراء ،، ہے جو امراء،خلفاء ، وزراء اور اعیان حکومت کے تراجم کا مجموعہ ہے جس میں ان کے نمونہ ہائے کلام بھی ہیں ـ ڈوزی اس کے بارے میں لکھتا ہے :

,,میں بالصراحت بلامبالغہ یہ کہتا ہوں کہ یہ عظیم القدر کتاب ہے جو مختلف موضوعات اور بےشمار معلومات پر مشتمل ہے اور مغرب و اندلس کی تاریخ کی حیرت انگیز تصویر کشی کرتی ہے اور بہت سی ایسی معلومات بہم پہنچاتی ہے جو کسی دوسری جگہ دست یاب نہیں ہوتیں (۲۶) ،،

ابن ابار نے تراجم کا ایک دوسرا معجم ,,المعجم فی اصحاب القاضی الامام ابی علی الصد فی بن سکرہ ،، مدون کیا (۲۷) کئی مصادر ابن ابار کی دیگر متعدد کتب کا ذکر کرتے ہیں جن کی تعداد پینتالیس کے قریب ہے لیکن وہ ضائع ہو گئیں ـ جدید ناقدین کی رائے میں ابن ابار کی تالیفات حسن و خوبی کا مرقع ہیں ڈوزی لکھتا ہے:

,,ابن ابار راست گو مورخ ہے ۔ اس کے پاس انتہائی اہم دستاویزات تھیں جن سے اس نے اپنی تالیفات کی تدوین میں مدد لی ہے ۔ مزید برآں وہ صحیح اور قومی ناقدانہ ملکہ کا حامل اور قدیم عرب اہل قلم کے سے احساسات اور اسلوب نگارش کا مالک تھا جو اس کے معاصر مصنفین میں نادر الوجود ہے (۲۸) "

ابن ابار نے اپنی تالیفات میں جن مصنفین کی کتب سے استفادہ کیا ان کا اس نے متعدد مواضع پر تذکرہ کیا ہے :

۱ ۔ ابن حبیش (م ۵۸۴ ھ / ۱۱۸۹ء) استجه کا قاضی اور مشہور محدث تھا ۔

۲ ۔ عبیداللہ بن سفیان التجیبی (م ۵۸۹ / ۱۱۹۳ء)

۳ ۔ ابو عمر بن عیاد الکردی (م ۶۰۲ ھ/ ۱۲۰۶ء) اس نے اپنے باپ کے شیوخ کے حالات میں ایک معجم اعلام مرتب کی تھی جو کثیر الاغلاط تھی ۔

۴ ۔ احمد بن ہارون النضری (م ۶۰۸ ھ / ۱۲۱۲ء) شاطبه کا رہنے والا تھا ۔ ابن حبیش کا تلمیذ قوت حافظه میں مشہور تھا ۔ حدیث اور فقه کا ماہر عالم اور زہد و ورع میں ضرب المثل تھا ۔ اس نے قضاۃ شاطبه و قرطبه پر ایک کتاب لکھی تھی ۔

۵ ۔ محمد بن عبدالرحمان بن علی بن محمد بن سلیمان التجیبی (م۶۰۹ھ/۱۲۱۳ء) لقنت (مرسیه) کا رہنے والا تھا افریقه اور مشرق کی سیاحت کرتا رہا اس نے اپنے شیوخ کے اسماء معجمی اعتبار سے جمع کئے اور ان کے حالات قلم بند کئے ۔ ابن ابار لکھتا ہے :

,,اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یه کتاب تونس میں ۶۴۰ ھ/ ۱۲۴۲ء) میں مجھے ملی اور میں نے اس سے اخذ و اقتباس کر کے اسے تکمله میں شامل کیا (۲۹) ۔ "

٦ ـ ابن ابار نے حوط اللہ کے دو بیٹوں ابو محمد اور ابو سلیمان سے بھی استفادہ کیا جو دونوں محدث تھے ۔

۷ ـ ابو العباس احمد بن عیشون اور ابوالقاسم محمد بن عامر بن فرقد جو ابن رشد اور ابن قزمان کے شاگرد تھے ۔

۸ ـ ابن الطیلسان ابو القاسم قاسم بن محمد الاوشی (م ٦۴۳ ھ/ ۱۲۴۵ء) نے تاریخ اور سیرالصالحین والزّھاد پر متعدد کتابیں لکھیں ۔

۹ ـ الطراز الغرناطی ابو عبداللہ محمد بن سعید بن علی الانصاری (م ٦۴۵ھ/ ۱۲۴۷ء) ابن ابّار اس کے ترجمہ میں لکھتا ہے :

"اس نے اپنے شیوخ کے اسماء اور ان کی روایات کی فہرست مرتب کی تھی جو مجھے تونس میں ملی اور میں نے اس سے اقتباسات لئے " (۳۰) ـ

تراجم خاصہ

اندلس میں تراجم و فہارس کی بعض ایسی کتابیں بھی لکھی گئیں جو کسی ایک فن کے ماہرین کے حالات یا کسی ایک علم سے متعلق کتب کے اسماء پر مشتمل تھیں ـ

احمد بن عبدالرحمان بن محمد الصقر الانصاری الخزرجی (م ۵۵۹ھ/۱۱٦۳ء) مریہ کا رہنے والا تھا حافظ، محدث، فقیہہ اور علوم دینیہ کا ماہر تھا ـ غرناطہ اور اشبیلیہ میں قاضی رہا اس نے اندلس کے صلحاء اور زہاد کے حالات پر ایک کتاب انوار الافکار فیمن دخل جزیرة الاندلس من الزھاد والابرار لکھی (۳۱) ـ

ابو عمر محمد بن ابی بکر بن یوسف بن عفیون الشاطبی (۵۸۴/۱۱۸۸ء) نے ابوالحسین بن جبیر کے اشعار کا دیوان مرتب کیا اور صلحاء و زہاد کے حالات پر مشتمل ایک کتاب "کتاب فی اخبار الزھاد والعباد" مدون کی (۳۲) ـ

ابوالقاسم بن الطیلسان (م ۶۴۳ ھ/ ۱۲۴۵ء) نے مناقب میں متعدد کتابیں لکھیں جن میں ,,زھر البساتین ونفحات الریاحین " ، اھل جزیرہ کے صلحاء و عباد کے حالات میں ,,غرائب اخبار المندین و مناقب آثار المھتدین" اور تاریخ صلحاء الاندلس (کتاب فی اخبار الصالحین بالاندلس) اور والتبیین عـن مناقب من عن مناقب من عرف بقرطبه من التابعین والعلماء والصالحین شامل ھیں (۳۳)۔

ابوبکر محمد بن محمد بن الحکیم اللخمی (م ۷۴۹/ ۱۳۴۹ء) نے اپنی کتاب الفوائد المنتخبة والفرائد المستعذبہ" میں اشعـار اور ادبی معلومات کے علاوہ اندلس کے صـوفیاء کے حـالات بھـی لکھے۔ نیـز اس نـے ابـن رشیـق کـی تـاریخ کـی تکمیل ,, میـزان العمل " کے نام سے کـی (۳۴) ۔

ابن جماعة الکنانی نے تراجم نبویه کی معجم مرتب کی (۳۵) اور ابو عمرو بن محمد بن عیشون بن عمر بن صباح اللخمی (م ۶۱۴ ھ/ ۱۲۱۷ء) نے کتاب کتّاب الاندلسیین تالیف کی جس سے ابن ابار نے تکمله میں استفادہ کیا (۳۶) ۔ اسی انداز کو بعد میں اوغسطین ابو عبداللہ محمد بن موسی ابن یزید ، عاصم بن محمد اور سکن بن سعید الاخباری نے اپنایا (۳۷)۔

قاضی ابو الفضل عیاض بن موسی بن عیاض الیحصبی (م ۵۴۴/ ۱۱۴۹ء) تاریخ ، انساب العرب،نحو ، لغت ، صرف اور حدیث کے جید عالم تھے۔ قاضی عیاض کی تالیفات میں علماء قرطبه کی تاریخ ,,اخبار القرطبیین " سبة کی تاریخ ,,العیون الستة فی اخبار سبته" اور ترتیب المدارک فی معرفة اصحاب مالک لکھی جس میں مغرب و اندلس کے فقھاء اور علماء کا تذکرہ ہے۔ المقری نے قاضی عیاض کے بارے میں ایک ادبی تاریخی موسوعه ,,ازھار الریاض فی اخبار قاضی عیاض " کے نام سے مرتب کیا (۳۸)۔ قاضی عیاض نے سیرة النبی پر

ایک مستند کتاب ,,کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفی،، تصنیف کی ۔

ابو الخطاب بن دحیه (م ٦٣٣ هـ / ١٢٣٥ء) دانیه میں قاضی تھا۔ بعد میں مصر چلا گیا اور وهیں اقامت اختیار کر لی ۔ ابن دحیه ان علماء میں سے ہے جن کے ذریعه مشرق کے علماء مغربی علوم سے متعارف هوئے ۔ ابن دحیه نے ,,کتاب النبراس فی ذکر خلفاء بنی العباس،، تصنیف کی (۳۹)۔ جو ابن خلکان کے مآخذ میں سے ہے ۔ اس نے شعراء اندلس و مغرب پر ایک کتاب ,,المطرب من اشعار اهل المغرب،، تصنیف کی جس میں کسی متعین ترتیب و نسق کو ملحوظ نہیں رکھا گیا بلکه کیف ما اتفق اشعار جمع کر دیئے ۔ اس کی بیشتر کتب مغرب میں رہ گئی تھیں اور جو کچھ باقی بچ رها وہ بحری قزاقوں نے لوٹ لیا ۔ اس نے ایک اور عمده کتاب ,,کتاب الاعلام المبین فی المفاضلة بین اهل صفین ،، لکھی تھی (۴۰)۔

اشبیلیه کے محدث ابو محمد قاسم بن محمد بن یوسف علم الدین البرزالی (م ۷۳۸ هـ/ ۱۳۳۷ء) نے طبقات المحدثین لکھی ۔ نیز ابن عساکر کی تاریخ دمشق کا ذیل لکھا جس میں ۷۳۸/۱۳۳۷ ء تک کے حوادث قلم بند کئے اور اپنے شیوخ کے اسماء کا ایک معجم مرتب کیا (۴۱)

ابوالاصبغ عیسی بن محمد المورخ (م ۴۱۳ هـ / ۱۰۱۲ء) نے تاریخ فقہاء البیره،، لکھی تھی اسی انداز پر ابو القاسم محمد بن عبدالواحد بن ابراهیم الملاحی (م ٦١٨ / ١٢٢٢ء) نے ,,تاریخ علماء البیرة ،، مرتب کی اور علماء غرناطه کی تاریخ لکھی نیز امم عرب و عجم کے انساب پر ایک کتاب الشجره کے نام سے لکھی (۴۲)۔

فہارس کتب

فہارس کتب کی تدوین کا رجحان عربوں میں بکثرت پایا جاتا تھا ۔ مرتبین فہارس کتب میں ابوبکر ابن خیر محمد بن خیر بن عمر بن خلیفه (م ۵۷۵ / ۱۱۷۹ء) اشبیلیه کا رهنے والا تھا ۔ حدیث، نحو، ادب اور اسماء کتب میں وسیع علم رکھتا تھا اس نے ایک فہرست کتب مرتب کی جس میں اس نے اپنے اساتذہ اور شیوخ کے احوال درج کئے ابن ابّار نے اس کے علم و فضل کی بہت تعریف کی ہے اور التکملہ کی تالیف میں اس کی کتاب سے استفادہ بھی کیا ہے (۴۳)۔ اس کی کتاب فہرسه ابن خیر (۴۴) مختلف علوم کی ان کتابوں کے اسماء پر مشتمل ہے جو اس نے پڑھیں اور ان اساتذہ و شیوخ کے اسماء و احوال هیں جن سے اس نے تعلیم حاصل کی ۔ یه کتاب جغرافیائی ترتیب سے مدون کی گئی ہے۔ اور اس کی اهمیت کا اندازہ ان کتابوں کی تعداد اور مؤلفین کے اسماء سے هوتا ہے جو اس کے علاوہ کسی دوسرے مرجع میں نہیں هیں ۔

اندلس میں مسلمانوں نے تقریباً آٹھ سو سال تک حکومت کی ۔ یه دور اندلس کی تاریخ کا سنہری دور ہے۔ اس میں مسلمانوں نے دیگر علوم کے ساتھ ساتھ تذکرہ نگاری کو بہت زیادہ اهمیت دی ۔ ممکن ہے که اس کا تکوینی سبب یه هو که اندلس کے نوشتۂ تقدیر میں یه تھا که مسلمانوں کا وجود وهاں باقی نه رهے چنانچه قدرت نے اهل علم کو تذکرہ نگاری کی طرف متوجه کر کے ان کے علمی اور تاریخی وجود کو بقائے دوام بخش دی ہے۔

حوالہ جات

۱ ـ ابن الفرضی ، تاریخ العلماء والرواۃ للعلم بالاندلس ، القاہرہ ۱۹۵۴ء ، نمبر ۱۳۹۸۔

۲ ـ خولیان ریبرا نے اسپانوی ترجمہ کے ساتھ ۱۹۱۴ء میں شائع کی ۔ دوبارہ مصر سے ۱۳۷۲ھ میں شائع ہوئی ۔

۳ ـ آنخل گنشالث پالنثیا ، تاریخ الفکر الاندلسی (عربی ترجمہ ، حسین مونس) القاہرہ ۱۹۵۵ء ، ص ۲٦۷ ۔

۴ ـ خولیان ریبرا ، مقدمہ تاریخ قضاۃ قرطبہ ۔

۵ ـ تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۲۷۰ ۔

٦ ـ پالنثیا (تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۲٦۷) نے غلطی سے یہ لکھ دیا ہے کہ ابن الفرضی نے ابن عبدالبر النمری سے استفادہ کیا ہے حالانکہ ابن عبدالبر النمری ابن الفرضی (۳۵۱ ـ ۴۰۳ ھ) کا شاگرد اور زمناً متأخر ہے ۔ اس غلطی کا سبب یہ ہے کہ ابن الفرضی نے تاریخ علماء الاندلس کے آغاز میں لکھا ہے کہ اس نے احمد بن محمد ابن عبدالبر کی تالیف سے استفادہ کیا ہے لیکن وہ یقیناً النمری کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے ۔

۷ ـ کشکینان ، قنبانیہ قرطبہ کا ایک قریہ ہے ۔ یاقوت ، معجم البلدان ، بیروت ، ج ۴ ص ۳٦۳ ۔

۸ ـ ابن خلکان ، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان ، ج ۳ ص ۱۰۵ ـ ۱۰٦ ۔

۹ ـ ایضاً ابن بشکوال ، الصلۃ فی تاریخ ائمۃ الاندلس ، القاہرہ ۱۹۵۵ء ، ص ۲۳٦ ، الضبی ، بغیۃ الملتمس فی تاریخ رجال اہل الاندلس ، طبع ریبرا ۱۸۸۴ ، نمبر ۸۸۸ ، المقری ، نفح الطیب ، بیروت ۲ : ۱۲۹ ـ ۱۳۱ ابن سعید ، المغرب فی حلی المغرب ، القاہرہ ۱ ، ۱۰۳ ۔

۱۰ ـ نفح الطیب ، ۲ : ۱۲۹ ، یہ کتاب ضائع ہو گئی ۔

۱۱ ـ اس کتاب کی ساتویں اور آٹھویں جلد مکتبہ عربیہ اسبانیہ میں محفوظ تھیں جہاں سے کودیرا نے ۱۸۹۱ ـ ۱۸۹۲ میں شائع کیں بعد میں ۱۹۵۴ء میں قاہرہ سے طبع ہوئیں ۔

۱۲ ـ السیوطی بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ ، القاہرہ ۱۳۲٦ ، ص ۹۷ ۔

۱۳ ـ ابن ابار ، التکملہ ، ۱۹۸ ، البغدادی ایضاح المکنون ، ۱ : ۲۱۸ ۔

۱۴ ـ ابن ابار ، المعجم فی اصحاب القاضی الامام ابی علی الصفدی ، میڈرڈ ۱۸۸۵ ـ ۱٦۲ ۔

۱۵ ـ ابن ابار ، التکملہ لکتاب الصلۃ ، القاہرہ ۱۹۵٦ء ، ص ۲۷۹ ۔

۱٦ ـ المقری ، نفح الطیب ، الفہارس العامۃ ۸ : ۳۷ کی مدد سے مواضع متعددہ پر الحجاری کا تذکرہ ہے ۔

۱۷ ـ ملاحظہ ہو شوقی ضیف ، مقدمہ المغرب فی حلی المغرب ، القاہرہ ، نفح الطیب ، الفہارس العامہ ۸ : ۳۷ ۔

۱۸ ـ ابن خلکان ۲ : ۲۳۰ ـ ۲۳۱ ، ابن فرحون ، الدیباج المذہب ، القاہرہ ۱۳۲۹ ، ۱۱۴ ۔

۱۹ ـ ابن ابار ، التکملہ ، ۳۰۳۰ ۔

۲۰ ـ لیفی بروفنسال نے ۱۹۳۸ ء میں شائع کی ۔

۲۱ ـ الفکر الاندلسی ، ۲۷٦ ۔

۲۲ ـ کودیرا اور ریبرا نے ۱۸۸۵ء میں شائع کی ہے

۲۳ ۔ حاجی خلیفه نے کشف الظنون (ص ۱۷۹۲ء) میں لکھا ہے که الحمیدی نے ابن حیان (م ۴۲۹/۱۰۷۰) کی تصنیف المقتبس کی تلخیص لکھی ہے لیکن یه بات درست نہیں کیونکه الحمیدی کی کتاب معجم ابجدی کے اعتبار سے علماء اندلس کے حالات پر ہے جو المقتبس سے مختلف انداز کی کتاب ہے۔ الحمیدی نے یه کتاب بغداد میں اپنی اقامت کے دوران لکھی جہاں اسے اساسی مراجع میسر نه تھے جس کی وجه سے تراجم رجال اور تحدید تواریخ میں بکثرت اغلاط پائی جاتی ہیں ۔

۲۴ ۔ نشر الثقافة الاسلامیه ، القاهره سے ۱۹۵٦ء میں شائع ہوئی۔

۲۵ ۔ ابن ابار ، التکمله ، مقدمة الکتاب ۔

۲٦ ۔ بحواله تاریخ الفکر الاندلسی ، ۲۷۹۔

۲۷ ۔ کو دیرا نے ۱۸۸۳ء میں شائع کی ہے ۔

۲۸ ۔ بحواله تاریخ الفکر الاندلسی ، ۲۷۹ ۔

۲۹ ۔ ابن ابار ، التکمله ، نمبر ۹۱۹۔

۳۰ ۔ ایضاً ، نمبر ۱۰۳۲۔

۳۱ ۔ ابن الخطیب ، الاحاطه فی اخبار غرناطه ، مصر ۱۳۷۵ ، ۱ : ٦۷ ۔ ۷۱، ابن فرحون ، الدیباج المذهب ، ۴۸ ۔ ۵۰ ۔

۳۲ ۔ ابن ابار ، التکمله ، ۲۵۳ ۔ ۲۵۴ ۔

۳۳ ۔ ایضاً ۴۰۳، ۴۰۷، التنبکتی ، نیل الابتهاج بتطریز الدیباج ، القاهره ۱۳۲۹ ، ۲۲۱ ۔ ۲۲۲۔

۳۴ ۔ ابن الخطیب ، الاحاطه ، ۲ : ۱۹۵ ۔ ۲۰٦۔

۳۵ ۔ البغدادی ، ایضاح المکنون ، ۲ : ۱۵۵ ، ٦۸۸۔

۳٦ ۔ اخبار غرناطه ، ۲ : ۱۹۵ ۔ ۲۰٦ ۔

۳۷ ۔ تاریخ الفکر الاندلسی ، ۲۸۲۔

۳۸ ۔ مطبوعه القاهره ۱۹۳۹ ۔ ۱۹۴۲۔

۳۹ ۔ بغداد سے ۱۹۳۹ میں شائع ہوئی ۔

۴۰ ۔ ابن خلکان ، ۱ : ۳۸۲ ۔ ۳۸۳ ، نفح الطیب ، ٦ : ۲۵۸ ۔ ۲۷۷ ۔

۴۱ ۔ الذهبی ، تذکرة الحفاظ ، ۴ : ۲۰۸ ابن العماد ، شذرات الذهب ، ۵ : ۱۸۲۔

۴۲ ۔ ابن ابار ، التکمله ۳۲۳ ۔ ۳۲۵ ، التنبکتی ، ۲۲۲۸۔

۴۳ ۔ ایضاً ، ۲۳۰ ۔ ۲۳۲۔

۴۴ ۔ کودیرا اور ریبرا نے ۱۸۹۵ء میں شائع کی ہے ۔

★★★

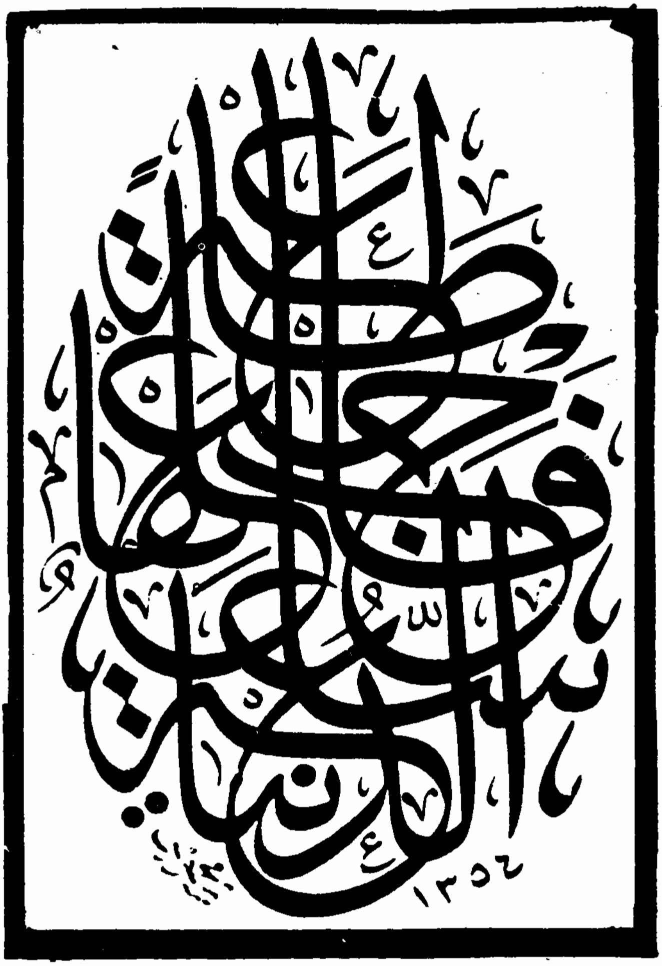

ـ نموذج كتابة زخرفية بخط ثلثي جلي ،
نصها : «الدنيا ســاعة فاجعلها طاعــة » .
كتبهــا الخطاط محمود يازر سنة ١٣٥٤ هـ
توفى ســـنة ١٣٧٢ هـ .